مسئلہ رفع یدین پر لکھی جانے والی زبیر علی زئی کی کتاب "نور العینین" کا جواب

قُرَّۃُ الْعَیْنَیْن

بجواب

نُوْرُ الْعَیْنَیْن

مرتب

ریحان جاوید

ابن مبارکؒ نے زہری کی عن سے روایت کو صحیح تسلیم کیا ص 16

ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ کی بلا دلیل جرح لم یثبت کو رد کر دیا ص 16

ابن مبارکؒ نے ابو بکر بن عیاش کی توثیق کی ہے ص 30

ابن عمرؓ رفع یدین کو ضروری نہیں جانتے تھے کبھی کرتے کبھی نہ کرتے ص 36

ابن عمرؓ سے سجدے میں رفع یدین ص 46

امام مالکؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث پر عمل نہیں کیا ص 47

ابن عمرؓ کی حدیث موقوف ہے ص 68

سیدنا ابن عمرؓ کی وہ روایات جن کی تردید موجود ہے ص 69

ابن عمرؓ کی حدیث کے مقابلہ میں ترجیح ابن مسعودؓ کی حدیث کو ہوگی ص [illegible]

متاخر اسلام ہونے سے استدلال کرنے والا اصول فقہ و حدیث سے ناواقف ہے ص 92

ابو حمید ساعدیؓ کی سند میں محمد بن مسلمہ 47 ہجری میں فوت ہوگئے جبکہ عمرو بن عطاء 43 ہجری میں پیدا ہوئے اس لئے یہ حدیث یقینی طور پر منقطع ہے ص 127

ابن عمرؓ سے صرف شروع نماز رفع میں رفع یدین ص 38

ابن مسعود رضی کی حدیث کو صحیح کہنے والے حضرات محدثین ص 56 تک

وائل بن حجر رضی کی حدیث میں محمد بن حجادہ شیعہ ہیں ص 93

مسئلہ رفع یدین پر لکھی جانے والی زبیر علی زئی کی کتاب "نور العینین" کا جواب

قُرَّةُ الْعَیْنَیْن

بجواب

نُوْرُ الْعَیْنَیْن

مرتب

ریحان جاوید

مکتبۃ الجنید

عقب الآصف اسکوائر حسن نعمان کالونی سہراب گوٹھ کراچی

فون نمبر 0334-3441039

نام کتاب	قُرۃُ العَینَینَ بجواب نُورُ العَینَینَ
مرتب	ریحان جاوید
طبع اول	اپریل 2010ء
تعداد	500
کمپوزنگ	ایمان گرافکس گوجرانوالہ
ناشر	مکتبۃ الجنید
قیمت	

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الجنید

عقب الآصف اسکوائر حسن لعمان کالونی

سہراب گوٹھ کراچی

فون نمبر: 0334-3441039

Eman graphics : 0300-5757044

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

بسم الله الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد!

غیر مقلدین سے اہل سنت والجماعت کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان میں سے ایک مشہور مسئلہ رفع یدین کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں طرف سے کافی کتابیں لکھی جاچکی ہیں، لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ جو کتابیں اہل سنت کی ہماری نظر سے گزری ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

نیل الفرقدین، بسط الیدین، کشف الرین، جلاء العین، ازالۃ الرین، نورالعینین، نور الصباح جلد اول، دوم، تحقیق مسئلہ رفع الیدین، اسوہ سرورکونین فی ترک رفع الیدین، سنت رسول الثقلین فی ترک رفع الیدین، نماز میں بتدریج ترک رفع الیدین وغیرہ وغیرہ۔

حال ہی میں ایک غالی قسم کے غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جو اس کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ غیر مقلدین اسکو اس مسئلہ میں حرف آخر سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ زبیر علی زئی صاحب نے نہ اس میں اپنا عمل لکھا اور نہ ہی دعویٰ۔ اور پوری کتاب میں صرف ۴ چار روایات ایسی ہیں جن میں چار مقام پر رفع یدین کا ذکر ہے۔ ان چار میں سے سب سے وزنی جو سمجھی جاتی ہے وہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جو (بخاری شریف ج ۱ صفحہ ۱۰۲) میں نافع کے طریق سے مروی ہے۔ اس کتاب میں انکی تمام روایات کی تحقیق کی گئی ہے اور زبیر علی زئی صاحب کا تعاقب بھی کیا ہے۔ اور ترک کی روایات پر تحقیق اگلے حصے میں آئے گی انشاءاللہ۔

ہندوستان میں رفع یدین کی ابتداء

امام خان نوشہروی صاحب ایک سرخی قائم کرتے ہیں" دوسرا دور ہندوستان میں عمل بالحدیث کس طرح جاری ہوا" اور اس سرخی کے تحت محمد یوسف پنشنر (جو ساری زندگی ملازمت کر کے ریٹائر ہونے کے بعد پنشن سے فیض یاب ہوا) کا قصہ درج فرماتے ہیں تفریح طبع کے طور پر آپ بھی وہ طویل قصہ سن لیجیے تاکہ آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ہندوستان میں غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کس طرح اور کب جاری ہوا اور اس کو شروع کرنے والے کون تھے؟ نوشہروی صاحب اس کا قصہ خود اس کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

"۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے کہ میری عمر تخمیناً ۲۰ برس کی تھی میں امرتسر میں کتب فروشی کرتا تھا کہ میرے پاس مظاہر حق بھی آئی۔ میں نے اس میں رفع یدین کی حدیث دیکھی تو اپنے استاد ابوعبداللہ مولوی غلام علی صاحب مرحوم امرتسری کی خدمت میں پیش کی۔ مولوی صاحب موصوف چونکہ ان دنوں حنفی تھے۔ اس لیے انہوں نے جواب دیا یہ حدیث شافعیوں کی ہے۔ امام شافعیؒ نے اس کو لیا ہے، ہمارے امام اعظمؒ نے اسے قبول نہیں کیا۔ (مگر بعد میں اہل حدیث ہو گئے) میں نے کہا: حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہے یا نہیں؟ کیا رسول خدا ﷺ نے یہ تقسیم کی ہے؟ مولوی صاحب نے کہا: حدیث تو رسول اللہ ﷺ کی ہے مگر ہمارے امام کا اس پر عمل نہیں، یہی جواب میرے دوست شیخ محی الدین مرحوم لاہوری نے دیا مگر میری تسلی اس سے نہ ہوتی تھی۔ میں برابر مولوی غلام رسول صاحب کی مسجد میں رفع یدین کرتا رہا۔ ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو اپنی مسجد سے نکال دیا۔ انہی دنوں امرتسر میں مولوی عبداللہ مرحوم سوڑیاں والے اور مولوی عبداللہ تلونڈی اور سید حسن شاہ بٹالہ والے آئے تھے۔ میں نے انکے پیچھے نماز پڑھی تو آمین بالجہر کہی۔ انہوں نے مجھے منع کیا تو میں نے حدیث ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو میرے استاد مولوی غلام علی صاحب مرحوم نے دیا تھا کہ اس حدیث پر امام شافعیؒ کا عمل ہے۔ ہمارے امام اعظمؒ

کا اس پر عمل نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ حکم بھی رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ امام شافعیؒ عمل کرے اور امام اعظمؒ عمل نہ کرے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کس کا شاگرد ہے؟ میں نے کہا: میں مولوی غلام علی صاحب کا شاگرد ہوں۔ بولے: افسوس! وہ تو حنفی تھے وہ کیوں لامذہب ہو گئے۔ پھر تینوں صاحب غصے میں مولوی صاحب موصوف کی مسجد میں پہنچے۔ پوچھا: آپ نے اس لڑکے کو کیا سکھایا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے کہا: میں نے اس کو مسجد سے نکلوادیا ہے۔ وہ میری نہیں سنتا۔ مگر تینوں کے اصرار کرنے پر مولوی صاحب ممدوح بھی میری طرف ہو گئے کہ اچھا اس کی یہ دلیل ہے تو آپ لوگ اس کا جواب دیں۔ جواب میں انہوں نے وہی کہا جو مولوی صاحب خود فرمایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے اس جواب کو توڑا تو ان کو یقین ہو گیا کہ واقعی مولوی صاحب کی تعلیم ہے۔ ادھر خدا نے مولوی صاحب کے قلب پر یہ اثر کیا کہ انہوں نے بھی رفع یدین اور آمین بالجہر شروع کر دی۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف گو میرے ساتھ سختی کرتے تھے مگر ان مسائل کے متعلق کتابوں میں تحقیق کرتے رہتے تھے۔ آخر جو وقت خدا کے علم میں اس کام کے اجراء کا تھا وہ آ گیا۔ تو مولوی صاحب مرحوم نے اعلانیہ عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا شہر امرتسر میں ایک شور مچ گیا۔ مگر مولوی صاحب اس تمام شور میں مستقل مزاج رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج امرتسر میں ہزاروں آدمی عمل بالحدیث کر رہے ہیں۔

امرتسر میں یہ گل کھلا کہ میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا۔ ریل نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا۔ راستے میں بھی یہی طریق رہا جہاں نماز پڑھی آمین بالجہر کہی اور شورش ہوئی۔ خدا خدا کر کے اپنے وطن حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے۔ وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں آمین بالجہر کہی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے سسرال والوں نے نکاح دینے سے انکار کر دیا۔ مگر اللہ مسبب الاسباب نے میرے لیے ایک عجیب سبب بنایا کہ مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی تک جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کیوں اس لڑکے پر خفا ہوتے ہو۔ اس نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ یہ تو سنت ہے۔ ان کے

مریدوں نے کہا: آپ کیوں نہیں کرتے؟ مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا: تم لوگوں کی شورش سے ڈر کر نہیں کرتا۔ تہجد میں کیا کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کے اتنا فرمانے سے میرا نکاح بھی ہو گیا۔ اور فتنہ بھی فرو ہوا۔ اس کے بعد دہلی چلا گیا تو وہاں بھی آمین بالجہر کرنے پر شور برپا ہوا۔ میں نے نواب قطب الدین صاحب مرحوم کی مسجد میں جا کر عمل بالحدیث کیا تو نواب صاحب خفا ہوئے۔ میں نے کہا: آپ کی کتاب مظاہر حق سے تو مجھے ہدایت ہوئی اور آپ ہی منع کرتے ہیں۔ مگر نواب صاحب یہی فرماتے رہے کہ یہاں مت آیا کرو لیکن ایک جوش جوانی، دوسرا جوش عشق کون روکے۔ آخر میں نے اپنے ساتھ چند آدمی ملا لیے اور متفق ہو کر نواب صاحب کی مسجد میں گئے۔ کسی مصلحت سے نواب صاحب بھی خاموش رہے بلکہ فرمایا اچھا ہم نہیں منع کرتے حضرت میاں صاحب مرحوم بھی ان دنوں عمل بالحدیث نہ کرتے تھے۔ اس لیے مولوی عبد الرب صاحب نے بڑی سختی سے میرے تردید کی اور بطور طعنے کے کہا اگر یہ سنت ہے تو مولوی نذیر حسین صاحب کیوں نہیں کرتے۔ یہ سن کر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا یا تو یہ فرمایئے کہ یہ فعل سنت نہیں یا خود کیجیے۔ علما ہم کو طعن دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب نے فرمایا اچھا ہم بھی کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے بھی عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر تو کیا تھا۔ حضرت میاں صاحب کا سلسلہ شاگردی تو بہت وسیع تھا۔ اس لیے دور دور تک اثر پہنچ گیا۔ دہلی میں یہ رنگ دیکھ کر میں امرتسر آیا۔ ملازمت کے طبقے میں داخل ہوا۔ اس عرصے میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی امرتسر تشریف لائے جن کے اثر صحبت سے عمل بالحدیث کو بہت ترقی ہوئی۔

(نقوش ابوالوفا صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

یوسف پنشنر کا یہ قصہ کہاں تک درست ہے یہ تو غیر مقلدین جانیں البتہ دو باتیں اس میں ضرور مشکوک نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ اس نے یہ حدیث علمائے احناف کے سامنے پیش کی تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ یہ حدیث امام شافعیؒ کی ہے انکا اس پر عمل ہے ہمارے امام

صاحب کا اس پر عمل نہیں، اس سے یہ ظاہر کرنا مقصد ہے کہ ان علماء کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں تھا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فی الواقع حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے العیاذ باللہ۔ یہ بات بالکل غلط ہے علماء احناف کے پاس اس حدیث کے بہت سے جوابات ہیں جو انہوں نے موقع بموقع دیئے ہیں لہٰذا یہ باور نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جن علماء سے یوسف پنشنر کو واسطہ پڑا وہ کوئی اور جواب نہ دے سکے ہوں اور اگر بالفرض ایسا ہی ہے تو اسے دیگر علماء محققین سے اس کی تحقیق کرنا چاہیے تھا۔ بات بلکل سیدھی سی ہے کہ احناف ثبوت رفع یدین کے منکر نہیں ہیں بقاء و دوام رفع کے منکر ہیں اور غیر مقلدین بقاء و دوام رفع کے مدعی ہیں احناف کا غیر مقلدین سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایک حدیث ایسی پیش کریں جس سے رفع یدین کا بقاء و دوام ثابت ہوتا ہو۔ غیر مقلدین ایسی کسی ضعیف حدیث کو بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں چہ جائیکہ کوئی قوی اور صحیح حدیث۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیش نظر وہ بیسوں احادیث و آثار ہیں جن سے ترک رفع ثابت ہوتا ہے۔ انہیں احادیث و آثار پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عمل ہے۔

دوسری بات یہ کہ یوسف پنشنر نے یہ جو کہا کہ مولوی مظفر حسین تک جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے سنت قرار دیا اور جب ان کے مریدوں نے اعتراض کیا پھر آپ کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ تم لوگوں کی شورش سے ڈر کر نہیں کرتا تہجد میں کرتا ہوں۔ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ ایسی شخصیت ہیں جن کا زہد و تقویٰ اور اتباع سنت مشہور و معروف ہے۔ ان جیسی ہستی سے بعید ہے کہ ایک کام کو سنت سمجھیں اور اسے محض لوگوں کی شورش کے ڈر سے چھوڑ دیں۔ آپ نے نکاحِ بیوگان کے سلسلہ میں جو ... کی سختیاں برداشت کی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یوسف پنشنر نے یہ ... نیں اپنی طرف سے گھڑی ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور اسکو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ یوسف پنشنر کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں نذیر حسین صاحب نے عمل بالحدیث اس کے کہنے سے شروع کیا ہے جبکہ تاریخی طور پر یہ بات غلط ہے کیوں کہ

میاں نذیر حسین صاحب نے رفع یدین بانی فرقہ نیچریہ سرسید احمد خان کے کہنے سے شروع کیا تھا۔

چنانچہ مشہور مورخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''سرسید ۱۸۹۵ء کے ایک خط میں یعنی اپنی وفات سے تین سال پہلے لکھتے ہیں۔ میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہابی، دوسرے وہابی کریلا، تیسرے وہابی کریلا نیم چڑھا۔ میں اپنے تئیں تیسری قسم قرار دیتا ہوں۔ جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑا وہابی بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اور سنت ہدیٰ جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے جب یہ گفتگو ہوئی میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔ (موج کوثر صفحہ ۶۹۔۷۰)

سرسید احمد خان کا خط

جناب مولانا مخدوم ومکرم من، مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب!

سلام مسنون! بے ادبی اور جرات، جو اس عریضے میں ہے، آپ معاف فرمایئے گا۔

ہماری جماعت اس بات کو مناسب خیال کرتی ہے کہ میں، جو اس جماعت کا ایک حقیر ممبر ہوں آپ سے ملاقات کروں۔ ہاں ہمیں اس بات کا بے شک خیال ہے کہ آپ کی ملاقات ہمارے پیارے مقاصد کے لیے، جو ہماری کمیونٹی اور ہمارے سرکل کی اصطلاح سے متعلق سے مفید ہو اور مفرد ہو اگر ہم اپنی اور آپکی ملاقات کو اپنی کمیونٹی کی آنکھوں میں مہتم بالشان ہونے کا موقع دیں گے تو پھر وہ ہمیں اپنے پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دے گی۔ پھر ہمارے مقاصد بھی فوت ہو جائیں گے اور ہم اس کی اصلاح میں قاصر رہیں گے۔ اگر ہم اپنی کمیونٹی کو اپنے سے بھڑکا دیں گے تو ہمارا کام خراب ہو جائے گا۔ کمیونٹی سے ہماری مراد ان چند علماء

کے جتھے سے نہ تھی جسے ہم اپنی جماعت سے تعبیر کرتے ہیں (بلکہ) وہ ہزاروں ہزار مسلمان مراد ہیں جن سے ہماری قوم بنی ہے۔ شاید ہم نے اپنے پچھلے خط میں لفظ کمیونٹی کے عوض غلطی سے ''کمیٹی'' لکھ دیا ہوگا، جس نے غلط مفہوم پیدا کر دیا۔

جناب مولانا! جو خیال آپ نے اپنے عنایت نامے کے اس فقرے میں ظاہر فرمائے ہیں جو اس عریضے میں چسپاں ہے، یہ اسی قسم کے خیالات ہیں جن سے بڑے بڑے عالم و واعظ، خدا پرست، دین دار، کلمۂ حق کے کہنے سے باز رہے ہیں۔ میں بڈھا ہوں اور اپنی عمر میں ہر فرقے کے بہت بڑے بڑے شخصوں کو دیکھا ہے۔ اسی چیز نے اور اسی خیال نے کلمۂ حق کے کہنے سے ان کو باز رکھا۔ مولانا اسماعیل شہید اگر اسی قسم کے خیالات میں مبتلا رہتے تو ہندوستان میں سے شرک و بدعت کی تاریکی کیسے دور ہوتی؟ آپ کو معلوم ہوگا مگر آپ معاف فرمائیگا کہ میں نے وہابیوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں: (۱) ایک (صرف) وہابی۔ (۲) دوسرے وہابی اور کریلہ۔ (۳) وہابی کریلہ اور نیم چڑھا۔ میں اپنے تئیں تیسری قسم میں قرار دیتا ہوں۔ اور بجز حق حق حق جو میرے نزدیک ہو (اس کے بیان کرنے میں) ذرا برابر دریغ نہیں کرتا اور سمجھتا ہوں کہ یہ اول سیڑھی اسلام کی ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قسم کے خیالات ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی زبان سے **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض** نکلتا۔ اگر ہمارے دادا اور ہمارے ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خیالات ہوتے تو امکان نہ تھا کہ ہزاروں دشمنوں کے رہتے **لا الـٰه الا الله** کا کلمہ زبان پر لاتے۔ ہمارا دشمن شیطان دین دار کے پردے میں ہم کو سب سے زیادہ دھوکے میں ڈالتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ''ہم نیک کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو نیک راہ بتا رہے ہیں۔ (اس حالت میں) اگر فلاں کلمہ حق کہیں تو سب بدک جائیں گے اور جو نیکی ہم پھیلا رہے ہیں اس کو نقصان پہنچے گا'' یہ دین داری کے پردے میں شیطان کا دھوکہ دینا ہے حق بات کو چھپانا یا باز رکھنا اور اس سے نیکی پھیلانے کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسے جو بونے اور گیہوں (پیدا) ہونے کی توقع رکھنا۔ اگرچہ جو فقرہ آپ کا اس خط میں چسپاں ہے، اس

میں خاص میری نسبت بات ہے مگر میں نے اس سے قطع نظر کر کے عرض کیا ہے کہ کسی خیال سے حق بات کو ظاہر نہ کرنا، گو وہ کیسی ہی ادنیٰ ہو، ٹھیک نہیں ہے۔ جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو میں نے ہی نیم چڑھا وہابی بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سنت ہدیٰ جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جنابِ ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔ گو ان پر لوگوں نے بہت حملے کیے مگر کلمۃ الحق ہمیشہ کلمۃ الحق ہے۔

والسلام علیکم

علی گڑھ ۱۰ فروری ۱۸۹۵ء

خاکسار، سید احمد

(مکتوبات سرسید جلد ا صفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۶ ناشر مجلس ادب قلب روڈ لاہور)

اثبات اور نفی کی وضاحت

اعتراض

مشہور غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں ایک اصول لکھا ہے رفع الیدین کے بارے میں کہ ''اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ (نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین ص ۵۹)

جواب

اس کا جواب مولانا ہاشم سندھیؒ م ۱۱۷۴ھ نے اپنی کتاب جو انہوں نے مستقل ترک رفع الیدین پر لکھی ہے میں اس طرح دیتے ہیں کہ ''ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت جبکہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو جس کی نفی کی جارہی ہو اور اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو جیسا کہ اس جگہ ہے تو اثبات اور نفی دونوں کا حکم برابر ہوگا اور اس

میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور وہ آپ ﷺ کی صحبت میں ہمیشہ رہے ہیں۔

اور وہ شاذ و نادر ہی آپ ﷺ سے جدا ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ وہ اہل بیت نبی ﷺ میں سے ہیں اور وہ پانچوں نمازیں آپ ﷺ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے پس کہیے ان کا علم اس نفی کو محیط نہیں (کشف الرین مترجم ص ۹۸)

ریحان جاوید

خادم اہلسنت والجماعت دیوبند

فریقِ مخالف کا عمل اور مسئلہ رفع یدین

ناظرین کرام آپ سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ دلائل تو کیا بیان کریں گے اپنا اصل مسلک اور عمل بھی لوگوں کے سامنے صحیح بیان نہیں کرتے ان کا اصل مسلک اور عمل جس پر یہ آج کل عمل پیرا ہیں یہ ہے۔

(۱) یہ لوگ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

(۲) رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔

(۳) مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ رفع یدین کرتا ہے۔

یہ ہے غیر مقلدین کا اصل عمل لیکن غیر مقلدین اور خاص کر زبیر علی زئی موت کو تو قبول کر لے گا مگر اپنا یہ عمل کبھی لکھ کر نہیں دے گا۔

غیر مقلدین نے مسئلہ رفع یدین سے متعلق مختلف دعویٰ کیے ہیں جنمیں سے کچھ ہم نقل کرتے ہیں۔

مسئلہ رفع یدین کے متعلق فریق مخالف کے دعوے

(۱) رسول اللہ ﷺ نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ خود بھی ہمیشہ ان تین مقامات پر رفع یدین کرتے تھے (اثبات رفع یدین صفحہ ۵)

(۲) آپ ﷺ نے ان تین مقامات پر وفات تک رفع یدین کیا ہے یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۱۲)

(۳) مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اسے رفع یدین کرنا ضروری ہے۔

(۴) آپ ﷺ کا یہ مبارک عمل یعنی تین مقام پر رفع یدین کرنا ۴۰۰ چار سو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۲۵، صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۳۵)

(۵) رفع یدین کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۴)

(۶) ان تین مقامات پر رفع یدین کرنا نماز کا رکن (یعنی فرض) ہے جو رفع یدین ان تین مقامات پر نہیں کرتا وہ نماز کے رکن کا تارک ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۳ سطر ۱۱)

(۷) جو آدمی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتا اسکی نماز نہیں ہوتی اگر پڑھتا ہے تو فاسد ہوتی ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۳ سطر ۱۳)

(۸) جو آدمی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتا وہ گمراہ ہے بلکہ کافر ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۲)

(۹) نبی کریم ﷺ ساری زندگی ان مقامات پر رفع یدین کرتے رہے آپ ﷺ نے اپنی زندگی کی پہلی با جماعت نماز جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیچھے پڑھی اور اپنی زندگی کی آخری با جماعت نماز جو حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے پڑھی ان دونوں نمازوں میں بھی

آپ ﷺ نے ان مقامات پر رفع یدین کیا ہے۔

(اثبات رفع یدین صفحہ ۶)

(۱۰) حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ان تین مقامات پر رفع یدین کرتے تھے جسکا حدیث میں آتا ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۶)

(۱۱) خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ بھی ان مقامات پر رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۹۔۱۰۔۳۲۔۳۳)۔

(۱۲) ان مقامات پر رفع یدین کرنا نماز کی زینت ہے (اثبات رفع یدین صفحہ ۴)۔

(۱۳) نذیر احمد خان سلفی نے رفع یدین کو پہلے نماز کی زینت کہا پھر آگے چل کر سنت کہا۔ (تحفہ محمدی ص ۵)

ریحان جاوید

تمت بالخیر

فریق مخالف کے دلائل

اوران کے جوابات

زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۶۴ پر باب اول قائم کیا ہے، جس میں انہوں نے دس روایات نقل کی ہیں مگر ہم نے جو غیر مقلدین کا عمل اور دعویٰ بحوالہ ان کی کتب نقل کیے ہیں وہ ان دس روایات میں نہیں ہیں۔ زبیر علی زئی اوران کی پارٹی میں اگر ہمت ہے تو دعویٰ کے مطابق صرف ایک ہی حدیث پیش کر دیں ہم یہاں پر ان دس روایات کا نمبر وار جواب عرض کرتے ہیں۔

فریق مخالف کی پہلی دلیل

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تین مقام والی

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوٰة وإذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذٰلك وقال "سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد" وكان لا يفعل ذٰلك في السجود .

(بخاری ج۱ ص۱۰۲)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے (تو دونوں ہاتھ اٹھاتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور "سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد" کہتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

(نور العینین ص ۶۴)

جواب:

اس کا مفصل جواب دلیل نمبر ۲ کے تحت آگے آرہا ہے وہاں پر ہی ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں پر صرف چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

نمبر ۱: زبیر علی زئی نے بخاری کے الفاظ نقل کرنے میں ردو بدل کیا ہے۔ علی زئی نے نقل کیا

ہے عن ابن عمر جب کہ بخاری میں اس طرح ہے عن ابیہ۔

نمبر۲: زبیر علی زئی نے نقل کیا ہے۔ کذلك وقال جب کہ بخاری میں اس طرح ہے کذلك ایضا وقال (ایضا کا لفظ چھوڑ دیا)

نمبر۳: زبیر علی زئی نے ترجمہ میں بریکٹ لگا کر (دونوں ہاتھ اٹھاتے) لکھا ہے اس کی کیا ضرورت تھی یہ وضاحت کہ یہ لکھا ہے۔

نمبر۴: علی زئی نے یہ نہیں بتایا کہ یہ روایت کس باب کی ہے امام بخاری نے اسے باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الإفتتاح سواء۔ باب تکبیر تحریمہ میں نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا۔

اسی طرح کی چیزیں اگر کسی حنفی عالم سے ہو جاتی تو علی زئی صاحب اسے ایک پہاڑ بنا دیتے اور پتہ نہیں کہ کون کون سے الفاظ سے اس کو کوستے اور تحریف کا الزام لگا دیتے۔ مثال کے طور پر حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ یہ کس باب کی ہے۔

نمبر۵: اس روایت میں تیسری رکعت کے شروع والا رفع یدین نہیں ہے۔ اس لیے یہ تمہارے عمل کے مطابق نہیں ہے۔ کیوں کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ضروری ہے۔

نمبر۶: ایک شخص صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتا ہے آپ کہتے ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

نمبر۷: اگر کوئی صرف تکبیر اولی اور رکوع جاتے وقت رفع یدین کا قائل ہو تو آپ کہتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔

نمبر۸: اگر کوئی صرف تکبیر اولیٰ اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا قائل ہو اور رکوع میں جانے وقت کا قائل نہ ہو تو آپ اسے بھی سنت کے مطابق نہیں سمجھتے۔

نمبر۹: اگر ایک شخص ان تین مقام پر رفع یدین کا قائل ہو اور وہ اذا قام من الرکعتین کا منکر ہو کیا آپ اس کی نماز کو سنت کے مطابق کہیں گے

لازمی بات ہے کہ آپ کے نزدیک جب تک کوئی شخص اذا قام من الرکعتین کا قائل نہیں ہو جاتا آپ اس کی نماز کو سنت کے مطابق کہنے کو تیار ہی نہیں تو ایسی روایت اپنے عمل اور دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے پیش کرنا آپ ہی کا کام ہے۔

نمبر۱۰: ہم نے رفع یدین کے متعلق غیر مقلدین کے جو دعوے ان کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ اس حدیث سے ایک دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ مولانا زبیر علی زئی صاحب اور ان کی پارٹی یہ بتائیں کہ یہ دعوے صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں تو پھر آپ ثابت کرنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے کسی رسالے میں ایک ایک کر کے یہ دعویٰ نقل کرتے جائیں اور اس کو دلیل کے ساتھ ثابت بھی کرتے جائیں تا کہ آپ کے علم سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں۔

فریق مخالف کی دوسری دلیل

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چار مقام والی

حدثنا عياش بن الوليد قال حدثنا عبد الاعلىٰ قال حدثنا عبيد الله عن نافع ان ابن عمر كان اذا دخل فى الصلاة كبر و رفع يديه واذا ركع رفع يديه واذا قال سمع الله لمن حمده رفع يديه واذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر الى النبى ﷺ (بخارى شريف ج۱ ص ۱۰۲)

حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس عمل کو رسول اللہ ﷺ تک مرفوع بیان کرتے۔ (ترجمہ زبیر علی زئی) (نور العینین ص ۹۲)

حوالہ نقل کرنے میں زبیر علی زئی کی خیانت

امام بخاریؒ ورفع ذالك ابن عمر إلى النبىﷺ کے بعد یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

رواه حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصِرًا

اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے بحوالہ ایوب سختیانی از ایواب از نافع از ابن عمر آنحضرت ﷺ سے مرفوعا روایت کیا۔

ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے اختصار کے ساتھ روایت کیا، یعنی موقوف بیان کیا ہے۔

اس عبارت میں امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کی گئی ہے۔ موقوف کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل ہے اللہ کے نبی ﷺ کا طریقہ (قول وفعل) نہیں ہے۔ اور صحیح بات ہے بھی یہی جیسا کہ امام بخاریؒ کے شاگرد امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد ج اص ۱۰۸ میں نقل کیا ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

اس حدیث سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں اس کے کئی جوابات ہیں۔

جواب نمبرا

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی، چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے کہ "**عمل الراوی بخلاف روایته بعد الروایة یسقط العمل به عندنا**" (ص ۲۰۲)

یعنی راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس روایت پر عمل نہیں ہوگا یہی احناف کا اصول ہے۔

اور صحابی کے بارے میں ہے کہ "**عمل الصحابة او صحابی بخلاف الحدیث یوجب الطعن فیه**" (**قواعد فی علوم الحدیث ۲۰۲**)

یعنی صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے۔

اور اس حدیث کو بیان کرنے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ خود رفع الیدین نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع الیدین پر تھا۔

(۱) قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمرؓ یرفع یدیه خذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلاة ولم یرفعهما فی ما سوی ذلك" (موطاامام محمد ص۹۰)

حضرت عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اور اس کے ماسوا میں نہیں اٹھاتے تھے۔

اس اثر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع الیدین کیا کرتے تھے اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

(۲) ایک اور دوسرا اثر بھی عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے جس کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام طحاویؒ نے شرح المعانی میں تخریج کی ہے مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال مارأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ یرفع یدیه الافی اول ما یفتتح"(ج ا ص ۲۶۸) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا مگر نماز کے شروع میں۔

اور طحاوی کے الفاظ یہ ہیں

(۳) حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلاة. (ج ا ص ۲۲۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے کہیں بھی رفع الیدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولیٰ کے۔

علامہ ماردینیؒ فرماتے ہیں کہ "وهذا سند صحیح"(الجوہر النقی ص ۱۳)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ "باسناد صحیح" (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸)

اب ہم ابن ابی شیبہ کی سند پر بحث کرتے ہیں اس کے پہلے راوی ابوبکر بن عیاش ہیں یہ بخاری شریف کے راوی ہیں اوران کے بارے میں

(۱) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "ثقة عابد الا انه کبر ساء حفظه و کتابه صحیح" (تقریب التہذیب ص ۳۹۶)

"یعنی ثقہ اور عابد ہے لیکن جب بوڑھا ہوگیا تو اس کا حافظہ خراب ہوگیا لیکن اس سے حدیث لکھنی صحیح ہے" اور پھر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ "حسن بن عیسیٰؒ نے کہا کہ

(۲) ابن مبارک نے ابوبکر بن عیاش کا ذکر کیا اور اس کی تعریف بیان کی (۳) صالح بن احمد اپنے باپ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ صالح قرآن وحدیث کے علم والا ہے۔

(۴) عبداللہ بن احمد نے کہا ہے کہ ثقہ اور کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے۔

(۵) ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ان سے شریک اور ابوبکر بن عیاش کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس کا حافظہ زیادہ ہے تو انہوں نے فرمایا دونوں برابر ہیں مگر ابوبکر بن عیاش اصح الکتاب ہے (یعنی قرآن کی تفسیر کا زیادہ علم رکھنے والا ہے)

(۶) ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے

(۷) ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ مشہور کوفی ہیں اور یہ بڑے بڑے لوگوں سے روایت کرتے ہیں میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جبکہ ان سے روایت کرنے والا ثقہ ہو یہ تیس سال مسلسل ہر دن قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے ایک دن میں ختم کرتے تھے اور حفاظ متقین میں سے تھے اور ستر سال ہر روز روزہ رکھتے رہے۔ رات کو ان کی نیند کا کوئی علم نہیں۔

(۸) محدث عجلی فرماتے ہیں کہ ثقہ ہیں دائی صاحب سنت اور صاحب عبادت ہیں۔

(۹) یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ مشہور قدیم شیخ ہیں اور متقی ہیں اوران کو فقہ اور لوگوں کے حالات کا بہت زیادہ علم تھا اوران کی روایت حدیث کے لیے سنت اور فضیلت کے لیے

پہچانی جاتی ہے۔ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے زیادہ کسی کو سنت کی طرف رغبت کرنے والا نہیں دیکھا۔ (تهذيب التهذيب ج۱۲ص ۳۴تا ۳۷)

اعتراض

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب میں ان دو روایات پر جو مصنف ابن ابی شیبہ اور طحاوی شریف میں ہیں اعتراض کیا ہے کہ یہ روایات باطل ہیں اس لیے کہ اس میں ابوبکر ابن عیاشؒ نے حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت لی ہے اور اس میں امام ابن معینؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ کے دو حوالے پیش کیے ہیں۔ (نور العينين ص ۱۶۸)

جواب

زبیر علی زئی کا ابن معینؒ کا حوالہ پیش کر کے اس روایت کو باطل کہنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ ہم پہلے (۱) علامہ ماردینیؒ (۲) علامہ عینیؒ کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور (۴) علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ "سنده صحيح" (آثار السنن ج۱ص ۱۰۸)

اور خود زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں "تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف" کا عنوان ڈال کر یہ قاعدہ لکھ دیا ہے کہ "اگر کسی روایت کے تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہوتو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

(نور العينين ص ۶۱)

اور یہاں پر ہم نے تین چار بڑے بڑے ائمہ سے اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے اور ابن معینؒ کا یہ کہنا کہ یہ وہم ہے (نور العینین ص ۱۶۸) جزرفع الیدین امام بخاری ص ۱۶)

جواب:

اس کا یہ ہے کہ ابوبکر بن عیاش کا مذہب ترک رفع الیدین ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی فقیہ بھی رفع یدین کا قائل نہیں ہے جیسا کہ امام طحاویؒ نے فرمایا ہے (طحاوی شریف ج۱ص ۱۵۶) اور

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا ایسے پکے عقیدہ والے آدمی سے رفع الیدین کے بارے میں وہم کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جزء رفع الیدین محمود بن اسحاق کا ہے جو امام بخاریؒ سے روایت کرتا ہے اور وہ مجہول ہے اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی ہے اور یہ جھوٹ بھی بولتا ہے امام بخاریؒ کی اپنی کتاب میں ابن معینؒ کی یہ جرح نہیں ملتی نہ صحیح بخاری میں نہ تاریخ کبیر میں اور تاریخ صغیر میں نہ ادب المفرد میں اسی طرح ابن معینؒ کی اپنی کتابوں میں بھی یہ جرح مذکور نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق نے یہ جھوٹ بولا ہے۔

اس روایت کے دوسرے راوی حصینؓ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کوفہ کے رہنے والے نامور حافظ حدیث ہیں ثقہ حجت اور حافظ حدیث میں سند عالی رکھتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حصین ثقہ مامون اور اکابر اہل حدیث میں سے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۳۰)

لہٰذا اس جیسے زبردست ثقہ محدث راوی کی وجہ سے ان روایات کو باطل نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراض

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ ابوبکر بن عیاش آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔
(نور العینین ص ۱۷۰)

جواب

زبیر علی زئی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حافظ ابن حجرؒ سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ''ثقة عابد الا انه کبر ساء حفظه و کتابه صحیح''

(تقریب التہذیب ص ۲۹۶)

ثقہ اور عابد ہے لیکن جب بوڑھا ہوگیا تو اس کا حافظہ خراب ہوگیا لیکن اس سے حدیث لکھنی صحیح ہے۔

دیکھیے حافظ ابن حجرؒ جیسے اسماء رجال کے ماہر بھی ابوبکر بن عیاشؒ کا آخری عمر میں حافظہ

خراب ہونے کے باوجود یہ کہہ رہے ہیں کہ ان سے حدیث لکھنا صحیح ہے تو زبیر علی زئی صاحب کو کیوں اعتراض ہو رہا ہے۔

اور ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ "سئل عن شریك وابی بكر بن عیاش الیهما احفظ فقال هما فی الحفظ سواء غیر ابا بكر اصح كتابًا"

(تهذیب التهذیب ج١٢ص٣٥)

کہ ان سے شریک اور ابوبکر بن عیاش کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کس کا حافظہ زیادہ ہے تو انہوں نے فرمایا دونوں برابر ہیں مگر ابوبکر بن عیاش اصح الکتاب ہے۔

اور ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ " انی لم اجد له حدیثا منكر اذا روىٰ عنه ثقة "(تهذیب التهذیب ج١٢ص٣٥) یعنی میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جبکہ ان سے روایت کرنے والا ثقہ ہو (اور یہاں بھی روایت کرنے والا راوی ابن ابی شیبہ ہے جو کہ ثقہ ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاشؒ کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور اگر بالفرض آخری عمر میں خراب بھی ہو گیا تھا، تو بقول حافظ ابن حجرؒ کے پھر بھی اس سے حدیث لکھنا صحیح ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ابوبکر بن عیاشؒ سے روایت کرنے والے قدماء اصحاب ہیں مثلاً احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاش بخاری نے (کتاب التفسیر ج٢ص٧٢٥) میں احتجاج کیا ہے اور امام طحاویؒ نے احمد بن یونس کے واسطہ سے ابوبکر بن عیاشؒ سے ترک رفع الیدین بیان کیا ہے اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابوبکر بن عیاش سے روایت ترک رفع الیدین کی بیان کی ہے لہٰذا قدماء شاگرد ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں۔

اعتراض

زبیر علی زئی نے (نصب الرایہ ج١ص٤٠٩) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم

عن ابن مسعود مرسل موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے پہلی بات خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالف کی ہے۔(نور العینین ص ۱۷۰)

جواب

علامہ زیلعیؒ کا یہ بیان امام بخاریؒ نے فرمایا کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش نے اس روایت کو عن حصین....الخ بیان کیا ہے اور یہ بات محفوظ ہے یہ امام بخاریؒ کا قول نہیں امام بخاریؒ کے رسالے جز رفع الیدین جو منسوب ہے امام بخاری کی طرف اس میں بھی یہ قول موجود نہیں ہے ہاں ابوبکر بن عیاش کے اصحاب نے ابن عمرؓ کی مخالفت کی ہے یہ قول امام بخاریؒ کی طرف جزء رفع الیدین میں منسوب ہے جبکہ امام بخاریؒ کی اپنی تالیف میں یہ قول موجود نہیں ہے۔

(۴) مزید برآں طحاویؒ نے ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد سے روایت کی ہے **قال صلیت خلف ابن عمرؓ لم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلاة قال الطحاوی فهٰذا ابن عمرؓ قد رای النبی ﷺ یرفع ثم ترك هو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یکون ذٰلك الا وقد ثبت عنده النسخ ما قد كان رای النبی ﷺ فعله وقامت الحجة علیه ذلك.** (طحاوی شریف ج۱ ص۱۶۲)

حضرت مجاہد نے فرمایا میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے ہاتھ نہ اٹھائے مگر تکبیر اولیٰ میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابن عمرؓ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا انہوں نے رفع یدین اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا ثبوت پہنچ گیا تھا آپ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی۔

وہ کام جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ سے جو رفع الیدین کی روایات پائی جاتی ہیں وہ ابتدائے اسلام میں تھیں جس کو آپ نے بعد میں ترک کر دیا تھا اس کی دلیل یہ بھی ہے۔

حافظ بن حجرؒ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی دو حدیثیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "ان الجمع بین الروایتین ممکن وھو انہ لم یکن یراہ واجبًا ففعله تارة وترکه اخریٰ" (فتح الباری ج۲ ص ۱۷۴)

یعنی دونوں روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک بار رفع یدین کیا دوسری بار چھوڑ دیا۔

مولوی محمد اسماعیل یمانی غیر مقلد نے حضرت ابن عمرؓ کی مرویات میں یہی تطبیق دی ہے۔ (سبل السلام شرح بلوغ المرام ج اص ۲۵۸)

حضرت ملا علی قاریؒ بھی ترک رفع الیدین کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "وقد صح عنه خلاف ذلك فیحمل علیٰ نسخ الاول فتامل" (موضوعات کبیر صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عمرؓ سے صحیح طور پر رفع یدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ (رفع یدین کرنے کی) پہلی حدیث منسوخ ہے۔

جواب نمبر۲

حضرت ابن عمرؓ کی احادیث میں بہت سخت اضطراب ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات

حدیث نمبر۱

"حدثنا عبد الله بن ایوب المخرمی وسعدان ابن نصر وشعیب بن عمرو فی آخرین قالوا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن سالم عن أبیه قال رأیت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع یدیه حتی یحاذی بهما، وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع

لایرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد"

(ابو عوانۃ ص ۹۱ ج۲)

حضرت سالم اپنے باپ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب نماز شروع کی تو رفع الیدین کیا کندھوں تک اور بعض راویوں نے حذو منکبیہ ذکر کیا ہے اور جب ارادہ کیا رکوع کا اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع الیدین نہیں کیا بعض راویوں نے کہا اور سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں کرتے تھے، معنی ایک ہی ہے۔

یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ہے اور یہ روایت خود ابن عمرؓ کے عمل کے مطابق ہے۔

اعتراض

اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف عربی گرامر کا ہے اور غیر مقلدین اس کو اپنے دلائل میں شمار کرتے ہیں جبکہ یہ غلط ہے اختلاف کی بناء پر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں جو یہ الفاظ ہیں "واذا اراد ان یرکع وبعد مایرفع راسه من الرکوع لایرفعهما" اس میں لا یرفعهما سے پہلے "واؤ" بھی ہے جو عمداً یا سہواً گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ جبکہ مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے میں "واؤ" موجود ہے (نور العینین ص ۸۰)

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے، جبکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید بدیع الدین سندھی غیر مقلد نے ابوعوانہ کے نسخہ کی یہ عبارت جس میں "واؤ" موجود نہیں ہے نقل کی ہے اور اس نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح دار المعرفۃ بیرون لبنان سے مطبوعہ نسخہ تحقیق ایمن بن عارف الدمشقی نے ابوعوانہ ص۴۳۲ ج۱ میں یہی عبارت نقل کی ہے جس میں "واؤ" موجود نہیں ہے اور حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ نے اپنی کتاب "نور الصباح" حصہ دوم میں مسند ابوعوانہ کے دو معتبر نسخوں کی فوٹو کاپی لگائی ہے جس میں اس عبارت کے اندر "واؤ" موجود نہیں ہے۔

(اور میرے پاس جو مسند ابوعوانہ کا نسخہ موجود ہے وہ میں نے جامع ابوبکر سے فوٹو کاپی کروایا تھا اور وہ دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان کا ہے اور جامع ابوبکر میں ایک اور نسخہ بھی موجود ہے جو دار الباز للنشر والتوزیع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ کا چھپا ہوا ہے ان میں اس عبارت کے اندر ''واو'' موجود نہیں ہے)

لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کے عالم حافظ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب (نور العینین) میں مسند ابوعوانہ کی فوٹو کاپی لگائی ہے جس میں اس عبارت کے اندر ''واو'' کا اضافہ ہے۔

جواب

زبیر علی زئی نے نور العینین میں جو مسند ابوعوانہ کا قلمی نسخہ پیش کیا ہے اس میں واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفعھما مذکور ہے۔اور الاعتصام ہفتہ روزہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۳ جولائی ۱۹۹۲ء ص۲۱ میں مولانا ایوب اثری حیدرآباد سندھ نے جو مسند ابوعوانہ کا قلمی پیر جھنڈا کا نسخہ پیش کیا ہے اس میں فلا یرفعھما صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

اور مسند ابوعوانہ کی اس صحیح حدیث میں ''واذا اراد ان یرکع وبعد مایرفع راسہ من الرکوع لا یرفعھما'' کا شرط اور جزا کیساتھ مکمل جملہ یہ بات بالکل واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ سے رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ترک رفع یدین ثابت ہے (الکلام المفید ص۲۱۳)

حدیث نمبر۲

حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزھری قال اخبرنی سالم ابن عبد اللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ، واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین (مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۷)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ دیکھا میں نے رسول ﷺ کو جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو ہاتھ اٹھائے کندوں تک اور جب ارادہ کیا رکوع کا اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد آپ ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا اور نہ ہی دو سجدوں کے درمیان کیا۔

یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ترک رفع الیدین کی زبردست دلیل ہے لیکن اس کے متن میں بھی (مسند ابوعوانہ کی حدیث کے متن کی طرح) غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اصل میں رفع الیدین کی دلیل ہے نہ کہ ترک کی، جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔

اعتراض

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مسند الحمیدی کے دونوں قلمی قدیم نسخوں میں لکھا ہوا ہے کہ "رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين" اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ دیوبندیہ میں فلا یرفع کا اضافہ ہندوستانی کاتب یا ناسخ کا خودساختہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب یہ اعتراض کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين" اس میں "فلا یرفع" جو اضافہ ہے یہ غلط ہے اور اس پر انہوں نے مخطوطہ ظاہریہ کے عکس کی فوٹو کاپی لگائی ہے اور پھر صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ "نسخہ ظاہریہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔" (نور العینین ص ۴۷)

جواب

حافظ زبیر علی زئی کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ اس حدیث میں فلا یرفع کا اضافہ کیا گیا ہے حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے اپنی کتاب (نور الصباح حصہ دوم ص ۳۰۳، ۳۰۴) پر مسند الحمیدی کے دو قلمی نسخوں کی فوٹو کاپی لگائی ہے۔ ایک نسخہ قلمی دیوبند کا ص ۷۶

اور دوسرا قلمی نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی کا صفحہ ۹۷ ہے۔ان دونوں قلمی نسخوں میں فلا یرفع کے الفاظ موجود ہیں اور جہاں تک نسخہ ظاہریہ کا تعلق ہے جس کا حوالہ زبیر علی زئی نے دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب سے صحیح نسخہ ہے یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ نسخہ ظاہریہ غیر مقلدین کا ہے۔اوراس نسخہ ظاہریہ میں بھی تحریف ہوئی ہے۔چنانچہ اس میں عبدالرحمٰن کے بجائے عبدالرحیم لکھا گیا ہے اور محشی لکھتے ہیں کہ " فی نسخةالظاهريه عبدالرحيم وهو تضعيف (حاشیہ کامل ابن عدی) اور نسخہ طبرانی کبیر کے نسخہ ظاہریہ میں تحریف ہوئی ہے المغيره بن ابی رافع کے بجائے المعتمر بن ابی رافع لکھا گیا ہے۔اور ''كتاب الضعفاء والمتروكين'' (الدار قطنى ص ۱۶۲ طبع بیروت نمبر ۵۲۱) کے تحت موسیٰ بن عمير العنبرى عن عبد الجبار وابن وائل بن حجر وابـــن وائـــل پر محشی و معلق صبح البدری السامرائی لکھتے ہیں کہ ''تحرفت فی نسخۃ الظاہریہ الی (وابی) وہو خطاء (۳ حاشیہ) کہ نسخہ ظاہریہ میں تحریف ہوئی ہے ابن وائل کے بجائے ابی وائل کی طرف اور وہ غلطی و خطا ہے۔(نور الصباح حصہ دوم ص ۳۰۵)

حدیث نمبر۳

عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلاة"

(المدونته الكبرى ص۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفعَ الیدین اپنے کندھوں کے برابر اس وقت کرتے تھے کہ جب نماز شروع کرتے۔

یہ حدیث ترک رفع الیدین کے دلائل میں زبردست دلیل ہے۔

اعتراض

حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے ''اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔اور نہ کوئی عقلمند اس کے خلاف پیش کر سکتا ہے۔(نور العینین ص ۲۱)

جواب

لگتا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد اس طرح کہنا چاہ رہے ہیں کہ مدونۃ الکبری کے جو مصنف ہیں وہ عقلمند نہیں ہیں اس لیے انہوں نے اس حدیث کو ترک رفع الیدین کے لیے لائے ہیں، اصل بات اور صحیح بات تو یہی ہے کہ ابن القاسم جو امام مالک کے مشہور شاگرد ہیں اس روایت کو اس باب میں ترک رفع الیدین کی دلیل سمجھ کر ہی لائے ہیں اسی لیے انہوں نے اس حدیث کے فوراً بعد اسی کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازبؓ کی ترک رفع الیدین کی حدیث اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کا ترک رفع الیدین کا عمل نقل کیا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابن القاسمؒ ابن عمرؓ کی اس حدیث کو ترک رفع الیدین کے دلائل میں شمار کیا ہے اور ان سب سے پہلے ابن القاسمؒ اس باب کے شروع میں ہی امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ "**قال مالك لا أعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلاة لا في حفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلاة قال ابن القاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا الا في تكبيرة الاحرام**" (ص: ٦٨)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ میں رفع الیدین نہیں پہنچانتا کسی شئی میں نماز کی تکبیر میں نہ نیچ میں اور نہ اونچ میں مگر نماز کی ابتداء میں ابن القاسم فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا امام مالکؒ کے ہاں ضعیف ہے مگر تکبیر تحریمہ میں۔

اس عبارت سے اور ان حدیثوں سے جو ابن القاسمؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے بعد ذکر کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہیں اور دو اثر جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کے ہیں اس سب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن القاسم نے حضرت ابن عمرؓ کی اس حدیث کو ترک رفع الیدین کی دلیل سمجھ کر ہی پیش کیا ہے۔

ان سب باتوں کے بعد زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے

رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا یہ بالکل بے جا اور ایک نمبر کی فضول بات ہے اس لیے کہ ابن القاسم جو کہ امام مالک کے مشہور شاگرد ہیں اور محدث کبیر بھی ہیں انہوں نے اس روایت کو ترک کے دلائل میں شمار کیا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں ترک رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جواب

تو جواب اس کا یہ ہے "جزاء کان یرفع" مقدم ہے اور شرط ہے "اذا افتتح الصلوۃ" موخر ہے اور ضابطہ مشہور ہے "التقدیم ما حق التاخیر یفید الحصر" تو عند الافتتاح رفع الیدین کا حصر ہو گیا کہ مابعد رفع الیدین نہیں ہے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ امام مالکؒ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں اور جو عمل ان کے شہر کے لوگوں میں رائج ہو وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں اور امام مالکؒ کی فقہ کا دارومدار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اوپر ہے جس طرح فقہ حنفیہ کا دارومدار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر ہے اور امام مالکؒ نے جو ترک رفع الیدین اختیار کیا ہے اس کی دلیل انہوں نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے پکڑی ہے لہٰذا اب معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کو ایک نہیں بلکہ دو (اور اس کے بعد دیگر ائمہ نے بھی) عقلمند اور قابل اعتماد محدثین نے ترک رفع الیدین کی احادیث میں شمار کیا ہے تو اب ہم یوں کہیں گے کہ "اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے ترک رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند پیش کر سکتا ہے۔"

ہم الزام دیتے تھے ان کو قصور اپنا نکل آیا

حدیث نمبر۴

عن عبد اللہ بن عون الخر از ثنا مالک عن الزھری عن سالم عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود"

(نصب الرایہ ج۱ ص:۴۰۹ بحوالہ خلافیات بیھقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رفع الیدین اس وقت کرتے جب نماز شروع کرتے پھر رفع الیدین کرنے کے لیے نہ لوٹتے تھے۔

حدیث نمبر۵

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"ترفع الایدی فی سبعة مواطن عند افتتاح الصلاة واستقبال البیت والصفاء والمروة والموقفین والجمرتین" (بحواله نصب الرایه ج۱ ص ٤٧٠)

رفع الیدین سات مقامات میں کیا جائے، ابتداء نماز کے وقت بیت اللہ کی زیارت کے وقت صفا اور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت رمی الجمار کے وقت۔

حدیث نمبر۶

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اذا استفتح احدکم فلیرفع یدیه ویستقبل باطنهما القبلة فان الله تعالیٰ امامه" (کنز العمال ج۷ ص ۱۷٦ بحواله طبرانی اوسط)

جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اسے رفع الیدین کرنا چاہیے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہونی چاہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین کرنا (نہ کہ رکوع میں جاتے وقت کا)

(۱) حدثنا القعنبی عن مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا ابتداء الصلاة یرفع یدیه حذو منكبيه واذا رفع راسه من الركوع رفعهما دون ذلك قال ابو داؤد لم يذكر رفعهما دون ذلك احد غير مالك فی ما اعلم"

(ابو داؤد ج۱ص ۱۰۸)

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تھے اپنے

دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس سے کم ہاتھوں کو اٹھاتے تھے کہا ابوداؤد نے یہ سوا مالک کے کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس سے کم اٹھاتے تھے۔ (ترجمہ عبدالرشید انصاری غیر مقلد)

(۲) اخبرنا عمرو بن علی حدثنا یحیی بن سعید حدثنا مالك بن انس عن الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاة حذو منکبیه واذا رفع رأسه من الرکوع فعل مثل ذالك واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا لك الحمد وکان لایرفع یدیه بین السجدتین" (نسائی ج۱ ص ۱۲٦ بحوالة الرسائل فی تحقیق المسائل ص۲٦٦)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے مونڈھوں تک جب نماز شروع کرتے اور جب سر اٹھاتے رکوع سے تو ایسا ہی کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور ہاتھ دونوں سجدوں کے بیچ میں نہ اٹھاتے۔ (ترجمہ عبدالرشید انصاری غیر مقلد)

(۳) حدثنی یحییٰ عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع راسه من الرکوع رفعهما کذالك ایضا وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد وکان لایفعل ذلك فی السجود" (مؤطا امام مالك ص ۳۹ تا ٤۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں کے برابر اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اسی طرح کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد اور سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔

(٤) حدثنا اسمٰعیل عن نافع ان عبد الله بن عمرؓ کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع راسه من الرکوع"

(بحوالة اثبات رفع الیدین ص ۹۳)

کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔

(۵) حدثنا اسماعیل بن ابی اویس حدثنا مالك عن نافع ان عبد الله ابن عمرؓ کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه واذا رفع راسه من الرکوع" (اثبات رفع الیدین ص ۹۴)

کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین اور سجدوں کی نفی

(۱) حدثنا قتیبة وابن ابی عمر قالا حدثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رایت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة یرفع یدیه حتیٰ یحاذی منکبیه واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وزاد ابن ابی عمر فی حدیثه وکان لا یرفع بین السجدتین" (ترمذی ص۵۹ ج۱)

حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب شروع کرتے نماز تو اٹھاتے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ برابر ہو جاتے دونوں شانوں کے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور زیادہ کہا ابن ابی عمر نے اپنی روایت میں نہیں اٹھاتے تھے درمیان دونوں سجدوں میں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات اور جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کر رہا تو اسے کنکریاں مارنا

(۱) حدثنا ابوبکر النیسابوری ثنا عیسیٰ بن ابی عمران ثنا الولید بن

مسلم ثنا زید بن واقد عن نافع قال کان ابن عمر اذا رای رجلا یصلی لا یرفع یدیه کلما حفض ورفع حصبه حتی یرفع" (دار قطنی ج۱ ص ۲۹۲)

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے یہاں تک کہ رفع یدین کرنے لگتا۔

(۲) حدثنا الحمیدی قال حدثنا الولید بن مسلمة قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع ان عبد الله ابن عمرؓ کان اذا ابصر رجلا یصلی لا یرفع یدیه کلما خفض ورفع حصبه حتی یرفع یدیه" (مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۷)

اس کا ترجمہ پہلی والی حدیث کی طرح ہے۔

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں میں رفع الیدین کی روایات

(۱) عن عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمرؓ انه کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاة واذا رکع واذا قال سمع الله لمن حمده واذا سجد ......الخ (المحلی ابن حزم ج٤ ص ۹۳ مسئله ٤٤٢)

یعنی حضرت ابن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے تو رفع یدین کرتے۔

(۲) وزاد وکیع عن العمری عن نافع عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انه کان یرفع یدیه اذا رکع واذا سجد" (اثبات رفع الیدین ص ۸۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ رفع الیدین کرتے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔

(۳) حدثنا ایوب بن سلیمان ثنا ابوبکر بن ابی اویس عن سلیمان بن بلال عن العلاء انه سمع سالم بن عبد الله ان اباه کان اذا رفع راسه من السجود واذا اراد ان یقو [illegible] فع یدیه" (جز [illegible] فع الیدین بحواله اثبات رفع الیدین ص ۹۲)

سالم کہتے ہیں [illegible] آپ [illegible] ب دونوں سجدوں سے فارغ ہوکر کھڑے ہوتے [illegible]

الیدین کرتے (ترجمہ خالد گھرجاکھی)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت پڑھ کر رفع الیدین کرنے کی روایات

(۱) حدثنا عبد الرزاق عن عبد اللہ بن عمر عن ابن شھاب عن سالم قال کان ابن عمر اذا قام الی الصلاۃ رفع یدیہ حتی یکون حذو منکبیہ واذا رکع رفعھما واذا رفع رأسہ من الرکعۃ رفعھما واذا قام من المثنی رفعھما ولا یفعل ذالک فی السجود ثم قال ویخبرھم ان رسول اللہ ﷺ کان یفعلہ" (مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۶۷ بحوالہ اثبات رفع الیدین ص ۶۸)

حضرت سالمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے مونڈھوں کے برابر اور جب رکوع کرتے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب (ایک) رکعت پڑھ کر سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو (رکعت) سے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے......الخ

(۲) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن الزھری عن سالم عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ حین یکبر حتی یکون حذو منکبیہ او قریبا من ذالک واذا رکع رفعھما واذا رفع راسہ من الرکعۃ رفعھما ولا یفعل فی السجود.

(مسند احمد بحوالہ اثبات رفع الیدین ص ۳۲)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ رفع الیدین کرتے جب تکبیر کہتے مونڈھوں کے برابر یا اس کے قریب اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب (ایک) رکعت پڑھ کر اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے۔

(۷) حضرت ابن عمرؓ سے چار مقامات پر (یعنی اذا قام من الرکعتین) رفع الیدین کرنے کی روایات

قارئین کرام! حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے اس لیے کہ حضرت ابن عمرؓ سے آپ ﷺ کا کہیں عند الرکوع وبعد الرکوع رفع الیدین کرنے کا ذکر آتا ہے اور کہیں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر آتا ہے اور کہیں پر اونچ نیچ میں رفع الیدین کا ذکر آتا ہے کہیں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر آتا ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضطرب ہے اور مضطرب روایت قابل قبول نہیں ہوتی چنانچہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضطرب ہونا اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث کے مجروح اور کمزور ہونے کا سبب ہے۔ (دلیل الطالب ص ۶۱۸)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث کی قسموں میں ایک حدیث مضطرب بھی ہے (دلیل الطالب ص ۸۸۲) اور مولانا مبارک پوری صاحبؒ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث مضطرب قابل احتجاج نہیں ہوسکتی (تحقیق الکلام ج ۲ ص ۷ بحوالہ احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۸، ۱۰۹) اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کے ''والاضطراب یوجب ضعف الحدیث لا شعارہ بعدم الضبط'' یعنی کہ'' اور اضطراب (راوی کے) عدم ضبط پر خبر دینے کی وجہ سے حدیث کے ضعف کو واجب کرتا ہے'' (تفہیم الراوی شرح اردو تقریب النووی صفحہ ۱۳۷) اور ابن الصلاحؒ بھی فرماتے ہیں کہ والاضطراب موجب ضعف الحدیث لاشعارہ بأنہ لم یضبط، واللہ أعلم (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۴) لہٰذا اب ان روایات کو ترک کر دینا چاہیے اور اب رفع الیدین عندالافتتاح ہی رہ گیا ہے اور اس میں نہ کوئی اضطراب اور نہ کوئی اختلاف ہے۔

جواب نمبر ۳

امام مالکؒ نے موطا میں رفع یدین کی حدیث لکھ کر اس کی اسنادی حیثیت بھی واضح کر دی

کہ سالم اس کو مرفوع اور نافع اس کو موقوف بیان کرتے ہیں اور اس روایت کے راوی بھی نافع ہی ہیں اسی لیے امام مالکؒ نے بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا چنانچہ علامہ زرقانی مالکی (شرح موطا مالک ج۱ ص۱۴۳) میں لکھتے ہیں کہ

"قال الاصیلی لم یأخذ به مالك لان نافعًا وقفه علی ابن عمر وهو احد المواضع الاربع التی اختلف فیها سالم ونافع (الی) لان سالما ونافعا لما اختلفا فی رفعه و وقفه ترکه مالك فی المشهور القول باستحباب ذالك لان الاصل صیانة الصلوة عن الافعال...... الخ

(بحواله نورالصباح ص ۱۹٤حصه اول)

امام اصیلیؒ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ نے اس روایت پر عمل اس لیے نہیں کیا کہ حضرت نافع نے اس کو حضرت ابن عمرؓ پر موقوف بیان کیا ہے اور یہ روایت ان چار روایتوں میں سے ایک ہے جہاں سالم ونافع کا اختلاف ہے (الی) اس لیے سالم ونافع نے اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا ہے تو امام مالک نے اپنے مشہور قول میں رفع یدین کے استحباب کو ترک کر دیا ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نماز کو (بندوں کے) افعال سے بچایا جائے۔

اور ایک مقام پر علامہ زرقانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ "لله در مالك ما أدق نظره لما اختلفت الروایات عن ابن عمر لم یأخذ به واخذ بما جاء عن عمر وابن مسعود لا عتضاده کما قال ابن عبد البر من جهة النظر"

(زرقانی شرح مؤطا بحواله حاشیه التمهیدی ج۹ص ۲٦۸)

یعنی کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کرے امام مالکؒ کے لیے کیا ہی دقیق نظر تھی ان کی جب ابن عمرؓ کی روایت میں اختلافات واقع ہوئے تو اس پر عمل نہ کیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے فرمان پر عمل کیا بوجہ مضبوطی کے جیسا کہ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے جہتہ نظر کی بنا پر امام مالک کا یہ فیصلہ ہے۔

جواب نمبر ۴

اس حدیث کے مرکزی راوی عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلی نے بھی اس روایت کو موقوف بیان کیا ہے۔(۱) چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ

"رواہ حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ و رواہ ابن طهمان عن ایوب و موسٰی بن عقبة مختصرًا" (بخاری ج۱ ص ۱۰۲)

اسے حماد بن سلمہ نے ایوب از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (موقوف) روایت کیا ہے۔

یعنی اس روایت کو کوئی مرفوع بیان کرتا ہے اور کوئی مختصر یعنی موقوف بیان کرتا ہے، یہ اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ امام اسماعیلیؒ کا قول لکھتے ہیں:

وحکی الاسماعیلی عن بعض مشائخه انه اومأ الی ان عبد الاعلٰی اخطأ فی الرفع قال الاسماعیلی و خالفه عبد الله بن ادریس و عبد الوهاب الثقفی و معتمر بن سلیمان عن عبید الله فرووه موقوفا عن ابن عمر......الخ

کہ بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ عبداللہ بن ادریس عبدالوہاب ثقفی اور معتمر سب عبدالاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبیداللہ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج۲ ص ۱۷۷)

(۳) امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ "وعبد الاعلٰی ینفرد برفعه الی النبی ﷺ" (سنن الکبرٰی ج۲ ص ۱۳۷)

یعنی عبدالاعلیٰ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں اکیلا ہے۔

(۴) شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے۔(نیل الاوطار ج۲ ص ۲۰۴)

(۵) امام ابوداؤد نے تو صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ " الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع" (ابوداؤد ج۱ص ۱۰۸)
یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ابن عمرؓ کا قول ہے مرفوع نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سرے سے نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے ہی نہیں۔

(۶) علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

(ضعیف ابی داؤد ص۲۷ برقم ۱۵۲)

(۷) قاضی شوکانیؒ نے بھی امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج۲ ص۲۰۴)

(۸) امام عقیلیؒ بھی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "ھذا اولی (ضعفاء الکبیر ج۲ ص ۶۸) یعنی اس روایت کا موقوف ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔

(۹) امام محمدؒ نے بھی امام مالکؒ سے اسے موقوف بیان کیا ہے۔ (موطا محمد ص۸۹)

(۱۰) امام ولی الدین عراقیؒ نے بھی امام ابوداؤد کا ہی قول نقل کیا ہے۔

(شرح التثریب ص ۲۶۲)

لہٰذا جب یہ روایت مرفوع ہی نہیں تو پھر اس میں آپ کے لیے کیا دلیل رہ گئی اور غیر مقلدین کے نزدیک موقوف روایت حجت نہیں ہوتی۔

(دلیل الطالب ص ۶۱۷، مسئلہ رفع الیدین ص ۱۴، ۸۱، ۸۴ از عبدالمنان، فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۴۰)

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف

ابھی تک آپ کو عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس راوی نے اس حدیث کو موقوف بیان کیا ہے اب یہاں سے یہ بتایا جائے گا کہ یہ راوی ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں کیسا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس راوی کی تعدیل میں تقریباً چودہ حوالے پیش کیے ہیں، ان کا جواب دیا جائے گا لیکن اس سے پہلے عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ پر محدثین نے جو جرح کی ہے وہ دیکھ لیں،

(۱) ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ "لم یکن بالقوی فی الحدیث"

(طبقات ج۷ ص ۲۹۰)

یعنی کہ یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ یہ بات ابن سعدؒ کی (تذکرۃ الحفاظ مترجم ج ۱ ص ۲۳۲) میں بھی ہے اور اس میں صرف اتنا ہے کہ "قوی نہیں ہے"۔

(۲) علامہ ذہبیؒ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ "قلت مات فی شعبان سنتة تسع وثمانین ومائة ویاتی له یاینکر"

(تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۲۹۹)مترجم ج۱ص ۲۳۲)

یعنی میں کہتا ہوں ان کا انتقال شعبان ۱۸۹ھ میں ہوا اور ان سے کچھ منکر احادیث بھی مروی ہیں

اور امام ذھبیؒ نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۵۸۲)

(۳) امام ابن معینؒ فرماتے ہیں، کہ "وغمزوا یوسف بکذب واسمه السمتی"

(تاریخ صغیر ص ۲۱۰)

(۴) اور حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے امام اسماعیلیؒ کا جو قول پہلے گزر چکا ہے کہ "بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے

کیونکہ عبداللہ بن ادریس عبدالوہاب ثقفی اور معتمر سب عبدالاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبیداللہ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں۔'' (فتح الباری ج ۲ص ۱۷۷)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ خطاء کار تھا۔

(۵) عبداللہ بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ قدری تھا۔ (کتاب ضعفاء الکبیر ج ۳ص ۵۸)

(۶) امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ ''كان قدريًا غير داعية''

(تہذیب الکمال ج ۲ص ۱۱۶)

یعنی تھا یہ قدری عقیدے کا لیکن اس کا زیادہ پرچار نہیں کرتا تھا۔

(۷) امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو قدری کہا ہے۔ (میزان ج ۲ص ۵۳۱)

(۸) امام عقیلیؒ نے اس راوی کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور اس پر جرح بھی کی ہے۔

(الضعفاء الکبیر ج ۳ص ۵۸،۵۹)

(۹) امام ابن العماد حنبلیؒ نے بھی اس راوی پر ائمہ سے جرح نقل کی ہے۔

(شذرات الذہب ج ۱ص ۳۲۴)

(۱۰) امام بندارؒ نے بھی اس راوی پر کلام کیا ہے۔

(ایضا ج ۱ ص ۳۲۴)

ان دس حوالوں سے معلوم ہوا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ ضعیف راوی ہے اور ساتھ میں قدری بھی ہے اور قدری کے بارے میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھا ہے کہ

''یہ لوگ اس نام سے اس واسطے موسوم ہوئے ہیں کہ انہوں نے حق سے کنارہ کرلیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی باتوں سے کنارہ کرلیا ہے

(ص ۱۷۵ مترجم)

یہ عبارت جس میں فرمایا ہے کہ ''انہوں نے مسلمانوں کی باتوں سے کنارہ کرلیا ہے'' یہ

ایسے لوگوں کے لیے کہا جاتا ہے جو مسلمان نہ ہوں یا جس کے ایمان میں خرابی ہو معلوم ہوا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

اور کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ ''اور یہ فرقہ (قدریہ) عمر بن عبید کا پیرو ہے اور ایک دفعہ حسن بصریؒ کو عمر بن عبید پر غصہ آیا لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ اس پر غصہ کرتے ہو، آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم ایسے آدمی کے واسطے مجھ پر غصہ کرتے ہو جس کو خواب میں میں نے دیکھا کہ وہ آفتاب کو سجدہ کر رہا تھا سوا خدا کے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۷۵)

معلوم ہوا کہ یہ فرقہ جس آدمی کا پیروکار تھا اس کا ایمان خدا تعالیٰ پر نہ تھا۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ

''ان کو قدریہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی قضاو قدر کو بندوں کے گناہوں سے کوئی تعلق نہیں یعنی ان کے گناہ خدا کی تقدیر سے نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں سے سرزد ہوتے ہیں (ص ۱۷۵)

قارئین کرام! اب آپ لوگ خود سوچیں کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کا ایمان بھی کبھی باقی رہتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ

''اور خداوند تعالیٰ کی صفتوں سے انکار کرنے کے بارے میں مذہب معتزلہ اور جہمیہ اور قدریہ مساوی ہیں (ص ۱۷۵)

اور پھر چند فرقوں کو ذکر کرنے کے بعد جو انہی میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ

''اور یہ جتنے گروہ مذکور ہوئے ہیں سب ہی خداوند تعالیٰ کی صفتوں کے منکر ہیں مثلاً خداوند تعالیٰ کے علم قدرت حیاتی سننے دیکھنے کے منکر ہیں (ص ۱۷۶)

اور حضرو اٹک سے جو ماہنامہ رسالہ (الحدیث' شمارہ ۳۱' صفحہ ۶) نکلتا ہے اس میں امام حسن بصریؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قدری کافر ہے (شمارہ نمبر ۳۱ ص ۶) اور حدیث میں ہے کہ

'' عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال القدریة مجوس ھذہ الامة ان مرضوا

فلاتعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم"

(ابوداؤد ج۲ص ٦٤٤ كتاب الفتن، باب في القدر)

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قدری اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ۔

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تقدیر کے جھٹلانے والے پر لعنت بھی کی ہے۔

(مشکوۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۲ بحوالہ الرسائل فی تحقیق المسائل ص ۱۷٦ حصہ سوم)

اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قدریوں کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھو اور ان سے روایت بھی نہ لو۔(الکفایہ فی علم روایہ ص۱۲۴)

قارئین کرام! یہ جتنے بھی حوالے دیئے گئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کا یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہو تو کیا اس کی کوئی روایت قبول ہوسکتی ہے ہرگز نہیں ہو سکتی۔اور قدری بھی رفع الیدین کے قائل ہیں،لہٰذا اگر سند کے اندر کوئی بھی ایسا راوی ہو جو قدری ہو شیعہ ہو معتزلی ہو اور جس روایت کو وہ بیان کررہا ہو اور وہ اس کے مذہب کی تائید کررہی ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی دیکھئے(شرح نخبۃ الفکر)

یہاں تک تو اس راوی پر جرح کے متعلق بات ہوگئی اب اس راوی کی توثیق جن محدثین نے کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ پر محدثین کی تعدیل کا جواب

اس راوی عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کی توثیق حافظ زبیر علی زئی صاحب نے جن محدثین سے کی ہے ان میں سے ایک امام بیہقیؒ بھی ہیں،جنھوں نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے

(سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۷)

امام بیہقیؒ کی توثیق کا جواب:

امام بیہقیؒ کا اس راوی کو ثقہ کہنا قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''امام بیہقیؒ تعصب سے کام لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسی روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی مخالف ان سے استدلال کرے تو اس کی تمام کمزوریاں ظاہر کیے بغیر ان کو چین نہ آئے۔'' (بغیة الالمعی ج۲ص ۸)

اور امام بیہقیؒ نے ایک مقام پر صلوۃ وتر کے عدم وجوب پر عاصم بن ضمرۃؒ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ص ۸)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ''عاصم بن ضمرۃؒ لیس بقوی''

(سنن الکبریٰ ج۲ ص ۱۷۲)

مبارک پوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ

امام بیہقیؒ اگرچہ محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا۔

(تحقیق الکلام ج ۲ص۳۲ بحوالہ احسن الکلام ج ۲ص ۱۱۷)

(۲) امام ابن حبانؒ کی توثیق کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب نے امام ابن حبانؒ سے بھی اس راوی کی توثیق کی ہے مگر امام ابن حبانؒ کی توثیق قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ امام ابن حبانؒ کا توثیق رجال کے بارے میں مسلک ہی جمہور محدثین سے الگ ہے کہ جس راوی کو امام ابن حبانؒ ثقہ عادل کہتے ہیں وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور رہتا ہے، چنانچہ علامہ ذہبی، عمارۃؒ بن حدید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ''و عمارۃ مجھول کما قال الرازیان ولا تفرح بذکر ابن حبان له فی الثقات فان قاعدته معروفة من الاحتجاج لم لایعرف''

(میزان ج ۳ص ۱۷۵)

اور عمارہ مجہول ہے جیسے رازیان نے کہا اور اس پر خوش مت ہو کہ ابن حبان نے اس کو

ثقات میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ ان کا قاعدہ ہی یہ مشہور ہے کہ مجہول راویوں سے بھی احتجاج کر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ سخاویؒ نے امام ابن حبانؒ کو متساہل کہا ہے
(فتح المغیث ص ۲۴)

علامہ ابن الصلاحؒ نے بھی ان کو متساہل کہا ہے (مقدمہ ابن الصالح ص ۹) اور مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ابن حبان متساہل ہیں۔
(تحقیق الکلام ج ا ص ۷۷)

اور مولف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر ابن حبانؒ کا تساہل مشہور ہے (ص ۳۴۶)

(۳) امام ترمذیؒ کی تحسین:

امام ترمذیؒ کا اس کو "حسن لہ" کہنا بھی قابل قبول نہیں چنانچہ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ کی حدیث پر امام احمدؒ نے قلم پھیر دیا ہے اور یہ فرماتے تھے، کہ وہ محض ہیچ ہے لیکن امام ترمذیؒ کبھی اس کی حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اور کبھی تحسین۔ (زاد المعاد ج ا ص ۱۷۳)
شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں کہ محدثین امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ (فتح الملهم ج۲ ص ۴۲۰)
مبارکپوریؒ صاحب لکھتے ہیں کہ امام ترمذی کی تحسین پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ متساہل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۰۴، ۲۲۸، ۲۷۶) ابکار المنن ص ۲۰۱، ۲۳۶)

(۴) امام یحییٰ بن معینؒ:

امام یحییٰ بن معینؒ کا حوالہ دینا غلط ہے کیونکہ پہلے امام ابن معینؒ کا حوالہ اس راوی کی جرح میں گزر چکا ہے (تاریخ صغیر ص ۲۰۴)
لہٰذا امام ابن معینؒ کا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا

(۵) حافظ ابن حجرؒ:

حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ اس راوی کی توثیق کی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ابن حجرؒ خود شافعی

المذہب ہیں اور شافعی حضرات تو خود رفع یدین کرتے ہیں اور اس کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ کی مدح میں حافظ ابن حجرؒ "موضوع حدیث بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور پھر سکوت کر جاتے ہیں۔ (بحوالہ مقدمہ نصب الرایہ ص ۶۰)

شاید یہی وجہ ہے کہ جو حدیث موضوع ان کے امام کی مدح میں ہو اور ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہاں بیان کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جو ان کے مذہب کے خلاف ہو اس پر کوئی نہ کوئی جرح کر ڈالتے ہیں۔ (نور ایضاح ج ۱ ص ۶۶ طبع سوم)

(۶) بخاری شریف اور مسلم شریف:

زبیر علی زئی صاحب نے اس راوی کی توثیق میں بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا ہے کہ یہ بخاری اور مسلم کا راوی ہے اس لیے یہ صحیح ہے، زبیر علی زئی صاحب کی یہ بات غلط ہے اس لیے کہ آپ نے خود بخاری و مسلم کے راویوں پر کلام کیا ہے۔

(نور العینین ص ۶۶، ۶۷، ۱۲۸ بحوالہ نور الصباح ج ۴ ص ۲۴۶)

اور آپ کے علماء میں سے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی اپنی توضیح الکلام میں کئی جگہ بخاری مسلم کے راویوں پر کلام کیا ہے مثلاً (توضیح الکلام ج ۲ ص ۲۴۷، ۲۵۳) پر سلیمان تیمی پر کلام کیا ہے اور قتادہ پر بھی کلام کیا ہے (ج ۲ ص ۲۸۳، ۳۲۴)

اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے راوی ہیں جن پر کلام کیا ہے آپ کے مطلب کی جو روایتیں آئیں ہیں ان کی سند میں آپ کو فوراً خیال آتا ہے کہ یہ بخاری اور مسلم کا راوی ہے اور ہماری روایتوں میں جو بخاری مسلم کے راوی ہوتے ہیں ان پر آپ کو جرح کرتے وقت زرہ بھی خیال نہیں آتا یہ کیسا انصاف ہے۔

جواب نمبر ۵

اس روایت کا پانچواں جواب یہ ہے کہ اس روایت میں رفع یدیہ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ''آپ ﷺ نے رفع یدین کی'' تو اتنا ثبوت تو بخاری میں کھڑے ہو کر

پیشاب کرنے کا بھی ہے" (دیکھو بخاری ج ا ص ۳۵، ۳۶، ۳۳۶)

تو اس کی کیا وجہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت موکدہ متواترہ نہ کہا جائے اور رفع یدین کو کہا جائے اس حدیث میں ہے "وبال قائما" کھڑے ہو کر پیشاب کیا یہ تو ماضی مطلق ہے جس سے صرف ایک دفعہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہوا اس لیے رفع یدیہ سے بھی ایک ہی دفعہ رفع یدین ثابت ہوگی لیکن ہمارا استدلال ماضی مطلق رفع یدیہ سے نہیں بلکہ ماضی استمراری یرفع یدیہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے تھے، لیکن بخاری شریف کی اس روایت میں یرفع یدیہ کے نہیں بلکہ رفع یدیہ کے الفاظ ہیں جس سے ہمیشگی ثابت نہیں ہوتی۔

اعتراض

لیکن بخاری شریف میں جو حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین کی سب پہلی دلیل ہے اس میں یرفع یدیہ کے الفاظ ہیں۔

جواب

امام بخاری اپنی کتاب بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے صرف چار حدیثیں رفع یدین کی لائے ہیں۔

(۱) ان چار حدیثوں میں حضرت ابن عمرؓ سے جو پہلی والی حدیث ہے اس میں یرفع یدیہ کے الفاظ ہیں اور باقی تین میں رفع یدیہ کے الفاظ ہیں اور مسلم شریف میں جو ابن عمرؓ سے رفع یدین کی روایت ہے اس میں بھی رفع یدیہ کے الفاظ ہیں نہ کہ یرفع یدیہ کے لہٰذا رفع یدیہ کا پلہ بھاری ہوا نہ کہ یرفع یدیہ کا۔

پھر امام بخاریؒ نے جہاں کان یرفع یدیہ روایت کیا ہے وہ امام مالکؒ کی سند سے ہے تو آیئے موطا امام مالکؒ سے فیصلہ کر لیں، لہٰذا جب ہم موطا امام مالکؒ کو کھول کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس میں رفع یدیہ ہے۔ (موطا امام مالک ج ا ص ۳۹ تا ۴۰)

نہ کہ یرفع یدیہ، اور یہ ہے بھی مدینہ کی کتاب اور بخارا میں آ کر رفع یدیہ بدل کر ''کان یرفع یدیہ'' ہو گیا جبکہ کوفہ میں بھی رفع یدیہ ہی رہا (موطأ امام محمد)

اور دوسرا فرق یہ ہوا کہ موطاء امام مالک میں اذا کبرللرکوع نہیں تھا بخاری میں اس کا بھی اضافہ ہو گیا گویا مدینہ منورہ کی کتاب میں چار رکعت نماز میں پانچ دفعہ رفع یدین کا ذکر تھا بخارا میں پانچ کو نو بنالیا گیا۔

اب جب غیر مقلدین سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ مدینہ والی کتاب کو مانو گے یا بخارا والی کو مانوں گے، تو کہتے ہیں کہ ہم تو بخارا والی کتاب کو مانیں گے لہٰذا ان کے یہ کہنے سے (کہ بخارا والی کتاب کو مانیں گے) ان کا عمل نہ مدینہ والی پانچ پر رہا اور نہ بخارا والی نو پر رہا، بلکہ یہ غیر مقلدین تو دس جگہ کو سنت متواترہ کہتے ہیں۔ تو لہٰذا غیر مقلدین کے نزدیک پانچ جگہ رفع یدین خلاف سنت اور نو جگہ بھی خلاف سنت اور جب ایک بھی سنت رہ جائے تو ایک لعنت تو آپڑی چنانچہ آپ ﷺ نے سنت کے ترک کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے (مشکوۃ ص ۲۲ بحوالہ الرسائل فی تحقیق المسائل ص ۱۷۶ حصہ سوم) لہٰذا غیر مقلدین کی نماز خلاف سنت ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین موجب لعنت ہیں۔

جواب نمبر ۶

غیر مقلدین کا اصول ہے کہ اگر کسی صحابی سے کوئی کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی دوسری روایت کو بھی وہ مشکوک سمجھتے ہیں۔ مثلاً حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد (رفع یدین اور آمین ص ۱۵۰ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۳۱) میں لکھتے ہیں کہ ''غرض جب اس قسم کی غلطیاں عبداللہ بن مسعودؓ سے ثابت ہیں تو رفع یدین کے مسئلے میں غلطی کوئی انوکھی چیز نہیں''

اور مولوی محمد صاحب غیر مقلد دہلوی دلائل محمدی ص ۳۸ حصہ دوم بحوالہ ایضا) میں لکھتے ہیں ''جناب یاد رہے کہ یہ روایت گو حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے ثابت تو نہیں لیکن آپ حضرات جبراً ثابت شدہ متوار ہے ہو تو سنو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہاں بھول اور نسیان سے کام لیا ہے جس طرح اور بھی بعض مسائل میں آپ سے سہو نسیان ثابت ہے۔

اب غیر مقلدین کے اسی اصول کے مطابق حضرت ابن عمرؓ سے بھی اغلاط ثابت ہیں تو ان کی روایات رفع یدین بھی مشکوک ہو جائے گی مثلاً (۱) حضرت ابن عمرؓ کو مسح علی الخفین کا کوئی علم نہ تھا جبکہ (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸) میں تصریح ہے کہ یہ مسح علی الخفین قولاً وفعلاً متواتر ہے چنانچہ مسح علی الخفین کے علم نہ ہونے کی روایات ان کتابوں میں دیکھیں۔

(موطا امام مالک ص ۲۵ اور بخاری شریف ج ۱ ص ۳۳)

(۲) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک عمرہ رجب میں کیا جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید فرمائی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ ج ۲ ص ۶۱۰)

(۳) حضرت ابن عمرؓ صلوٰۃ الضحیٰ کو بدعت کہتے تھے جبکہ یہ سنت ہے دیکھئے

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۸ و مسلم ج ۱ ص ۴۰۹ وابوداود ص ۱۸۳)

(۴) حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رات کو خوشبو لگائی جائے اور صبح کو اسی حال میں احرام باندھا جائے اس لیے حضرت ابن عمرؓ خوشبو کے بجائے زیتون کا تیل لگایا کرتے تھے تو حضرت عائشہؓ نے تردید فرمائی (بخاری ج ۱ ص ۴۱ و ص ۲۰۸ ج ۲ ص ۸۷۷، ۸۷۸) ان جوابوں کے بعد اب ہم بھی الزامی جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ غرض اس قسم کی غلطیاں حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہیں تو رفع یدین کے مسئلے میں غلطی کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۷

یہ بات شک شبہ سے بالاتر ہے کہ آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام نجوم ھدایت تھے۔ مگر بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ایک شخصیت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور آپ ﷺ نے معلمین قرآن میں سب سے پہلے ان کا بیان کیا ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

اور فرمایا ہے کہ جس چیز کو تمھارے لیے ابن مسعودؓ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹ صحیح)

اور حضرت عقبہ بن عمرو فرماتے تھے جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا نے نازل کیا) کا ابن مسعودؓ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت آپ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ آپ ﷺ سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) یہی وجہ ہے کہ محدثین کے ہاں جب بھی حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح ابن مسعودؓ کے مسئلے کو دی جائے گی۔ اور اگر بالفرض ابن عمرؓ سے منسوب رفع یدین کی احادیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے۔

(۱) مشہور تابعی شقیقؒ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعودؓ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹) (بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۲۲)

---

(۲) چنانچہ جب علی بن مدینیؒ اور یحییٰ بن معینؒ کا مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کا مناظرہ ہوا تو علی بن مدینیؒ ابن مسعودؓ کی حدیث پیش کی مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یحییٰ بن معینؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث پیش کی کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو علی بن مدینی نے فرمایا کہ جب حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا اجتماع ہو جائے اور پھر اختلاف کرے تو ترجیح ابن مسعودؓ کی حدیث کو ہوگی۔ پھر ابن معینؒ خاموش ہو گئے۔ اور امام احمدؒ نے علی ابن مدینی کی تصدیق کی۔ (مستدرک حاکم ص ۱۳۹ ج ۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۹۷)

(۳) امام اعمشؒ حضرت ابراهیم نخعیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر اور عبداللہ بن مسعودؓ کسی مسئلے میں متفق ہوں تو حضرت ابراهیم نخعیؒ ان کے برابر کسی کے قول کو نہیں سمجھتے تھے اور جب ان دونوں میں اختلاف ہوتا تو ان کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرنا زیادہ پسند آتا۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳، ۱۴ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۷)

(۴) علامہ انور شاہ رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "واذا اجتمع ابن مسعودؓ وابن عمرؓ واختلف فابن مسعودؓ اولیٰ ان یتبع فقال له احمد نعمه"
(بسط الیدین ص۵۹)

لہٰذا اب جب حضرت ابن مسعودؓ سے ترک رفع یدین کی صحیح حدیث آ گئی ہے تو پھر حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث کو ترک کر دیا جائے گا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

واللفظ للترمذی حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعودؓ الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة. (ترمذی ص۵۹ ابو داود ص۱۰۹ نسائی ص۱۴۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم سے ھناد نے بیان کیا اور حضرت ھناد فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی وہ سفیان ثوری سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علقمہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور رفع الیدین نہ کیا نماز میں مگر ابتداء میں ایک ہی مرتبہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ترک رفع الیدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی روایت ہے اور حدیث ابن مسعودؓ کی حسن ہے اور اس ترک الیدین کے قائل بے شمار اصحاب رسول اللہ ﷺ اور تابعین صحابہ ہیں اور حضرت سفیان ثوری اور تمام اہل کوفہ بھی اس کے قائل ہیں۔

قارئین کرام! اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ رفع الیدین نہ کرتے تھے۔ لیکن

زبیر علی زئی غیر مقلد کو معلوم نہیں کیا بیماری ہے کہ وہ صحیح اور حسن حدیث کو بھی ضعیف ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ چناچہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی اس ناکام کوشش میں کافی اقوال نقل کیے ہیں۔ اب ان سب کا ایک ایک کر کے جواب دیکھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جن ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے ان کا جواب

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح:

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب (نور العینین ص۱۳۰) میں لکھا ہے کہ "محدثین کی اکثریت نے اس حدیث کو ضعیف و معلول قرار دیا ہے" اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی ادھورا۔ علی زئی صاحب نے جتنا حصہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے "لم یثبت حدیث...... ابن مسعودؓ (ایضاص۱۳۰) اور (ترمذی ص۵۱) کا حوالہ دیا ہے۔ اور اب ابن مبارکؒ کے اس قول کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وقال عبد الله بن مبارك قد ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهرى عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعودؓ ان النبى ﷺ لم يرفع الا فى اول مرة" (ترمذى ص۵۹ ج۱)

غور فرمائیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ جس حدیث پر کلام فرمارہے ہیں وہ۔ ان النبی ﷺ لم یرفع...... والی حدیث ہے اور ہم جس حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ الا اصلی بکم صلواۃ رسول اللہ ﷺ فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ "والی ہے۔ اسی لیے امام ترمذی نے بھی ابن مسعودؓ والی حدیث "الا اصلی بکم صلوٰۃ" پر جرح کرنے کے بجائے کہا ہے کہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعودؓ حسنٌ" (ترمذی ج۱ ص۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک بھی عبداللہ بن مبارک کی جرح حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ ان النبی ﷺ لم یرفع ...... والی حدیث کے متعلق ہے۔ اور امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک کی اس جرح کو پہلے بیان کیا پھر ابن مسعودؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ اگر یہ جرح اس حدیث کے متعلق کی ہوتی تو امام ترمذی اس جرح کو حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کے بعد بیان کرتے جس طرح انھوں نے حدیث ابن مسعودؓ کی تحسین بیان کی ہے اور اگر بالفرض حضرت ابن مبارک کی اس جرح کو حدیث ابن مسعودؓ کی اس حدیث کے متعلق بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی یہ جرح کسی کام کی نہیں ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے اس جرح کو جس سند سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے "حدثنا بذالك احمد ابن عبدة الأملي حدثنا وهب بن زمعة عن سفيان بن عبد الملك عن عبد الله بن مباركؒ" (ترمذی ج۱ ص۵۹)

اس سند میں امام ترمذی کے استاد احمد بن عبدۃ کے حالات معلوم نہیں یہاں تک کہ اس کی تاریخ ولادت اور وفات بھی معلوم نہیں۔ اندازہ یہ ہیکہ یہ تیسری صدی میں فوت ہوئے ہیں، اس زمانے میں نہ تو کسی شاگرد نے اس کی توثیق وتعریف کی ہے اور نہ کسی اور معاصر نے بلکہ آٹھویں صدی تک کسی محدث نے اس کی تعریف نہیں کی سوائے علامہ ذہبی کے انھوں نے اس کو صدوق کہا ہے (الکاشف ص ۲۳ ج ۱، تہذیب ص ۵۹ ج ۱) اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ راوی کی توثیق جو صدوق کے لفظ سے کی جاتی ہے اس کا درجہ ثقہ اور متقین کے الفاظ سے کم ہے اور صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ " قلت هو صدوق وليس بمتقين"

(میزان ج ۳ ص ۶۵)

کہ صدوق ہے لیکن متقین نہیں ہے، امام ابوحاتمؒ حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں لکھتے ہیں "صدوق لايحتج به" (التعلیق المغنی ج ۳ ص ۲۶۹) کہ صدوق ہے مگر اس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے پھر سفیان بن عبدالملک محدثین کرام سے حدیث بیان نہیں کرتے یہ صرف عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں۔ (خلاصۃ تہذیب الکمال ص ۴۴۵)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ۲۰۰ھ سے بھی پہلے فوت ہوا ہے عبداللہ بن مبارکؒ سے قدیم السماع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے (مجہول کے صیغہ سے) کہ سفیان عبدالملک نے ابو معاویہ الفریر سے بھی روایت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۶)

(۱،۲) امام ترمذیؒ اور امام بیہقیؒ کی جرح:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ ''درج ذیل ائمہ حدیث وعلماء کرام نے ابن مبارکؒ کی جرح کو ابن مسعودؓ سے منسوب اس متنازعہ روایت کی متعلق قرار دیا ہے'' (نور العینین ص ۱۳۰) جس میں امام ترمذی کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جس کا جواب ابھی اوپر گزر چکا ہے اور امام بیہقیؒ کا بھی حوالہ پیش کیا ہے (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹)

جواب

امام بیہقیؒ نے بھی ترمذی شریف والی ابن مبارک کی جرح کو ہی بیان کیا ہے جس کا جواب ہو چکا ہے اور امام بیہقیؒ نے ابن مبارکؒ کی اس جرح کو جس سند سے بیان کیا ہے اسکی کی سند میں عبدالکریم بن عبداللہ السکری مجہول ہے اور اس کا ترجمہ کتب اسماء الرجال میں نہیں ملا لہٰذا ایسی مجہول سند کا کوئی اعتبار نہیں۔

دیگر ائمہ کی جرح:

اور ابن الجوزیؒ، ابن عبدالہادی، نووی، ابن قدامہ، ابن حجر، الشوکانی، البغویؒ کے حوالے پیش کیے، کہ یہ سب بھی ابن مبارکؒ کی اس جرح کو حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ (نور العینین ص ۱۳۰)

جواب

ان سب حضرات نے جو ابن مبارکؒ کی جرح کو اپنی اپنی کتابوں میں حدیث ابن مسعودؓ سے متعلق قرار دیا ہے یہ ان سب نے امام ترمذیؒ سے نقل کر دی ہے اور اس کا جواب تفصیلاً گزر چکا ہے۔

امام شافعی کی جرح:

علی زئی صاحب لکھتے ہے کہ امام شافعی نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں (نور العینین ص ۱۳۱)

جواب

اس جرح کی سند منقطع ہے ان میں سے کسی صاحب کی امام شافعی سے ملاقات نہیں ہوئی لہٰذا یہ مردود ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی جرح:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے اس روایت پر کلام کیا۔

(نور العینین ص ۱۳۱)

جواب

امام احمد نے ثم لا یعود کی زیادت پر کلام کیا ہے اور باقی حدیث کو (مسند احمد ص ۳۸۸) میں فلم یرفع یدیه الا مرة کے الفاظ سے خود روایت کیا ہے لھذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

امام ابوحاتم کی جرح:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ابوحاتم الرازی نے کہا "هٰذا خطاء يقال وهم الثوری فقد رواه جماعة عن عاصم وقالو اكلهم ان النبی ﷺ افتتح فركع يديه ثم رفع فطبق وجعلهما بين الركبتين ولم يقل أحد ما روى الثوری"

یہ حدیث خطاء ہے کہا جاتا ہے کہ سفیان ثوری کو اس کے اختصار میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز شروع کی پس ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی۔

(علل الحديث ج۱ ص ۹۶ ح ۲۵۸) (نور العينين ص ۱۳۱)

جواب

عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے روایت تطبیق کی کی ہے یہ روایت غلط اور محض غلط ہے بلکہ عبد اللہ بن ادریس کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی جبکہ سفیان ثوری کی طرح ابو بکر النھشلیؒ اور ابن ادریس نے بھی بیان کیا ہے (کتاب العلل لدار قطنی) لہذا ابو حاتمؒ کی جرح مردود ہے۔

امام دار قطنیؒ کی جرح:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ دار قطنی نے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(العلل دار قطنی ج ۵ ص ۱۷۳) (نور العینین ص ۱۳۱)

جواب

یہ جرح بھی مردود ہے کیونکہ امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ اسناده صحیح (کتاب العلل) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "و کذا قال الدار القطنی انه صحیح الا هذه اللفظة.

(الدراية ص ۱۵۰ ج ۱)

یعنی کہ اور اسی طرح امام دار قطنی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر لا یعود کا لفظ صحیح نہیں۔

مگر ثم لا یعود کا لفظ صحیح ہو چکا ہے، امام وکیع امام عبد اللہ بن المبارکؒ ابو حذیفہ وغیرہ کی روایت میں۔

امام ابن حبانؒ کی جرح:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا "هو فی الحقیقة اضعف شیء یعول علیه لان له عللا تبطله"

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۲) (نور العینین ص ۱۳۱)

کہ یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے

باطل قرار دیتی ہیں۔

جواب

ابن حبان کی کوئی کتاب کتاب الصلوٰۃ کے نام سے مرتب نہیں ہوئی یہ محض حافظ ابن حجر کی کاروائی کا نتیجہ ہے اور نہ ابن حبان کی کتاب الصلاۃ دنیا کی سطح پر موجود ہی نہیں ہوتی آج کی دنیا نے بہت سی نایاب چیزوں کو یاب بنا دیا ہے مگر ابن حبان کی کتاب الصلاۃ نایاب ہی رہی اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک نایاب ہی رہے گی۔

امام ابوداؤدؒ کی جرح:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابی داود السجستانی نے کہا هٰذا حدیث مختصر من حدیث طویل و لیس هو بصحیح علی هٰذا اللفظ (ابوداود نسخہ حمصیہ ص ۴۴۸ و مشکواۃ المصابیح) (نور العینین ص ۱۳۲) اور آگے لکھا ہے کہ چودہویں صدی میں بعض لوگوں نے امام ابوداود کے اس حدیث پر جرح کا انکار کیا ہے اور صاحب مشکوٰۃ کے اوہام جمع کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابوداود سے اس قول کا انتساب وھم ہے۔ حالانکہ درجہ ذیل ائمہ نے اس قول کو امام ابی داود سے منسوب کیا ہے جن میں ابن الجوزی، ابن عبد البر، ابن عبد الهادی، ابن حجر العسقلانیؒ (فی تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۲) کے اقوال پیش کیے ہیں اور شمس الحق عظیم آبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”و اعلم ان هٰذه العبارة موجودة فی نسختین عتیقتین عندی و لیست فی عامة نسخ أبی داوٗد الموجودة عندی“ اور پھر کہا کہ معلوم ہوا کہ یہ عبارت امام ابوداود ہی کی ہے اور اسی حدیث پر ہے۔
(عون المعبود ج ۳ ص ۴۴۹ بحوالہ نور العینین ص ۱۳۲، ۱۳۳)

جواب

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے تحریف سے کام لیا ہے اور وہ دونوں نسخے پرانے صرف دنیا میں ان کے پاس ہیں۔ اور کسی کے کتب خانے میں نہیں پھر ابن عبد البر کی تمہید میں بھی

غیر مقلد محشیٰ نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے مولانا سید انور شاہ صاحبؒ نے پہلے سے خبر دار کر دیا ہے کہ تمہید میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔ اور وہاں سے نقل بڑی احتیاط سے کرنی چاہیئے باقی ابن الجوزی ابن عبد الهادی اور ابن حجر کو اشتباہ ہو گیا کہ امام ابی داود نے حضرت براء بن عازب کی حدیث پر جرح کی ہے حلانکہ یہ حقیقت کے برخلاف ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن الجوزی اور ابن الهادی کی عبارت میں غیر مقلد نے تحریف کا ارتکاب کر دیا ہو اور ابن حجر تلخیص الحبیر میں نقل کرنے میں محتاط نہیں ہیں ابن حجر نے خود کہا ہے کہ تلخیص الحبیر پر میں راضی نہیں ہوں

یحییٰ بن آدم کی جرح:

اس کے بعد زبیر صاحب نے یحییٰ بن آدم کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر ج۱ ص۲۲ نور العینین ص۱۳۲)

جواب

یحییٰ بن آدم نے جرح نہیں کی صرف امام احمد نے یوں کہا ہے کہ عبداللہ بن ادریس کی حدیث میں یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے نظر کی تو اس میں ثم لم یعد نہیں تھا۔ (جز رفع الیدین ص۱۶ بحوالہ نور الصباح ص۳۳۸ ج۲)

اب حافظ ابن حجر کا اس کو یہ رنگ دینا کہ **قال احمد شیخ یحیی بن آدم هو ضعیف** کہ امام احمد اور ان کے شیخ یحییٰ کے ہاں یہ حدیث ضعیف ہے بہت غلط بات ہے۔

محمد بن وضاح کی جرح:

حافظ زبیر صاحب نے محمد بن وضاح کا یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔ (تمہید ج۹ ص۲۲۱) نور العینین ص۱۳۳)

جواب

محمد بن وضاح یقول الاحادیث التی یروی عن النبی ﷺ فی رفع

الیدین ثم لا یعود ضعیفۃ کلھا (التمہید) کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ وہ احادیث رسول سے ثم لا یعود سے روایت کیا ہے ضعیف ہیں۔اول تو یہ کہ اس کی سند کی صحت ثابت کریں و ثانیا لا یعود کے علاوہ والی روایت تو صحیح ہیں۔لھذا ازبیر صاحب کا یہ دھوکہ ہے اور مردود ہے۔

امام بخاریؒ کی جرح

پھر زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے بحوالہ تلخیص الحبیر حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (نور العینین ص ۱۳۳)

جواب

امام بخاری سے جرح منقول کرنا صحیح نہیں اور جز رفع یدین ان کی طرف منسوب ہے ان کی اپنی تصنیف نہیں نیز حافظ ابن قیم نے (تہذیب السنن ص ۳۶۸ ج ۱ بحوالہ نور الصباح ص ۳۳۸ ج ۲) میں فرمایا ہے وضعفہ دارمی، والدار القطنی، والبیھقی کہ اس حدیث ابن مسعود کو امام دارمی دارقطنی اور بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۱) میں یزید بن ابی زیاد والی روایت کے بارے میں ضعفہ البخاری، واحمد، ویحیی، والدارمی والحمیدی جبکہ الدارمی یا دارقطنی یا بیہقی نے ابن مسعود کی حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا۔اب تک تو اس حدیث کو جن علماء نے ضعیف قرار دیا ہے ان کا جواب تھا۔

اب ان علماء کے نام سن لیں جنہوں نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین کی ہے

(۱) امام ترمذیؒ نے (جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۹) میں

(۲) امام دارقطنیؒ نے (العلل الواردہ ج ۵ ص ۱۴۳) نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۵) میں

(۳) امام ابن القطانؒ نے (تقریب شرح التقریب ج ۱ ص ۲۶۳) الدرایہ ج ۱۵۰۱)

(۴) علامہ ابن قیمؒ نے (تہذیب السنن مع مختصر السنن ج ۱ ص ۳۶۸) میں

(۵) علامہ ابن دقیق العیدؒ نے (بحوالہ نصب الرایہ ج اص ۳۹۴، ۳۱۵)

(۶) علامہ ابن ترکمانیؒ نے (جوہر النقی علی سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ص ۷۸)

(۷) علامہ منذریؒ نے (مختصر سنن ابی داؤد ج اص ۳۶۷)

(۸) علامہ سیوطیؒ نے (اللآلی المصنوعہ ج ۲ص ۱۹)

(۹) امام ابن عدیؒ نے (کامل بحوالہ الکوکب الدری ص ۱۳۲)

(۱۰) علامہ زیلعیؒ نے (نصب الرایہ ج اص ۳۹۴)

اب اس حدیث کی تصحیح وتحسین کرنے والے غیر مقلدین علماء کے نام سن لیں

(۱) علامہ ابن حزمؒ (علی ابن حزم ج ۴ص ۸۸ ج ۳ص ۲۳۵)

(۲) علامہ احمد محمد شاکرؒ (حاشیہ علیٰ ابن حزم ج ۴ص ۸۷ حاشیہ ترمذی ج ۲ص ۴۱)

(۴) علامہ شعیب الارناؤط (حاشیہ سر السنہ ج ۳ص ۲۴)

(۴) علامہ زہیر الشاویش (ایضاً)

(۵) سید ہاشم عبداللہ یمانی (حاشیہ الدرایہ ج اص ۱۵۰)

(۶) مولانا عطاء اللہ صاحب (تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی ج اص ۱۲۶)

(۷) مولانا عبدالرحمٰن محمد عبداللہ پنجابی (عقیدہ محمدیہ ج ۲ص ۱۱۹)

(۸) علامہ عبدالقادر الارناؤط (حاشیہ جامع الاصول ج ۵ص ۳۰۲)

(۹) دکتور طاہر دردیری (تخریج احادیث المدونہ ج اص ۴۰۳)

(۱۰) علامہ ناصر الدین البانی (صحیح سنن نسائی ج اص ۲۲۰۔ ۲۲۸ سنن ترمذی ج اص ۸۲)

(۱۱) علامہ خلیل ہراس (حاشیہ علی ابن حزم ج ۲ص ۲۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث جو ترک رفع یدین کی دلیل ہے سند اور متن کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور اپنے مدلول میں نص ہے اس پر اعتراض کرنے والوں

کے اعتراضات کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اس میں لفظ "ثم لم یعد" یا "ثم لا یعود" اصل حدیث کا لفظ نہیں بلکہ کسی راوی کی طرف سے حدیث میں زیادتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث پر کوئی قابل ذکر اعتراض نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کے ساتھ ترک رفع یدین پر استدلال کرنے سے اس میں "ثم لم یعد" کی ضرورت نہیں ہے مذکورہ بالا حدیث پر یہ اعتراض اس وقت درست ہے جبکہ اس میں یہ لفظ موجود ہو۔

خلاصہ

یہاں تک ہم نے جو زبیر صاحب نے اس حدیث ابن مسعودؓ کو جن علماء سے ضعیف کہنے کی ناکام کوشش کی تھی اس کا جواب دیا ہے اور زبیر علی زئی صاحب نے حدیث ابن مسعودؓ کو ضعیف و باطل قرار دینے کے لیے کل سات ائمہ اکرام کے اقوال پیش کیے تھے۔
جن کا تفصیل سے جواب لکھ دیا ہے اس کے بعد اس حدیث کی تصحیح و تحسین جن علماء کرام وائمہ کرام نے کی ہے ان کا نام مع حوالہ جات لکھ دیا ہے جن کی تعداد کل ۲۱ ہے تو اب زبیر صاحب نے جو اصول بیان کیا ہے کہ "اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہو تو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔
(نور العینین ص ۶۱)

لہٰذا اس اصول کے مطابق حدیث ابن مسعودؓ کو صحیح کہنے والے ائمہ کی تعداد زیادہ ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

تدلیس سفیان ثوریؒ

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ اس روایت کا دارومدار سفیان ثوری پر ہے جیسا کہ اس کی تخریج سے ظاہر ہے سفیان ثوری ثقہ حافظ عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔
(دیکھیے تقریب التہذیب ص ۲۴۴۵)

ان کو درج ذیل ائمہ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے (نور العینین ص ۱۳۴)

پھران کی تدلیس کو ثابت کرنے کے لیے متعدد حوالے پیش کیے ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ سفیان ثوریؒ کس طبقہ کے مدلس ہیں۔ اس پر زبیر صاحب نے علامہ ذہبیؒ اور حافظ علائی کا حوالہ اوران کی عبارات نقل کر کے یہ بتانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ سفیان ثوریؒ طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں جو کہ مجہولین سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ بات زبیر علی زئی صاحب کی درست نہیں کیونکہ جو علامہ ذہبیؒ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ پورا نقل نہیں کیا پوری عبادت ملاحظہ فرمائیں۔

"سفيان بن سعيد الحجة الثبت، متفق عليه، مع أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد و ذوق، ولا عبرة لقول من قال يدلس ويكتب عن الكذابين" (ميزان الاعتدال ج۲ص ۱۶۹)

سفیان بن سعید حجۃ ثبت متفق علیہ ہیں باوجود اس کے کہ وہ ضعفاء سے تدلیس کرتے ہیں لیکن وہ امام الجرح والتعدیل ہیں اور اس شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو کہتا ہے کہ (سفیان ثوری) تدلیس کرتے ہیں اور جھوٹوں سے روایات لکھتے ہیں"

علامہ ذہبیؒ کے اس قول کی تائید علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی الصعانی نے کی ہے۔ دیکھیے (توضیح الافکار لمعانی تنقیح الافظار ۲۵۴)

لہٰذا زبیر صاحب کو علامہ ذہبی کی عبارت میں سے لفظ مع کا حذف کرنا زیب نہیں دیتا۔

دوسرا دھوکہ زبیر صاحب نے حافظ علائیؒ کا حوالہ نقل کر کے یہ دیا ہے کہ سفیان ثوری طبقہ ثالث کے مدلس ہیں (نور العینین ص ۱۳۵)

حقیقت تو یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے حافظ علائیؒ نے مدلسین کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ (جامع التحصیل ص۹۹)

اور اس میں سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالث میں ذکر کیا ہے مگر خود اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

سفیان ثوریؒ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں

مندرجہ ذیل ائمہ کرام نے سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔

(۱) حافظ ابن حزم ظاہری (بحوالہ توجیہ النظر ص ۲۵۱)

(۲) حافظ صلاح الدین العلائیؒ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۳۰)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (طبقات المدلسین ص ۱۳)

(۴) حافظ برہان الدین العجمی (کتاب التبیین الاسماء المدلسین ص ۲۱)

(۵) حافظ طاہر بن صالح الجزائریؒ (توجیہ النظر ص ۲۵۱)

(۶) علامہ محمد بن اسماعیہ الامیر الیمانی (توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار ج ۱ ص ۳۶۰)

غیر مقلدین کے علماء کا سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کرنا

(۱) مشہور غیر مقلد عالم محمد یحییٰ گوندلویؒ (جن کو زبیر علی زئی صاحب نے شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے (نور العینین ص ۵۶) نے سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ "اگر چہ امام ثوریؒ مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضر نہیں۔ (خیر البراہین ص ۲۶)

(۲) مشہور غیر مقلد عالم بدیع الدین شاہ راشدیؒ (جن کو زبیر صاحب شیخ کا لقب دیتے ہیں) لکھتے ہیں کہ "اولا اس (سفیان ثوریؒ) کی عنعن بوجہ مرتبہ ثانیہ ہونے کے معتبر ہے "قال ابن حجر فی طبقات المدلسین" (نشاط العبد بجھر ربنا ولک الحمد ص ۱۸) (خطبات راشدی ص ۴۶) مولانا زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں "سفیان ثوری احد لاعلام علماء و زھدًا" (الکاشف ج ۱ ص ۳۰۰)

صحیح بخاری و صحیح مسلم کا راوی ہے (تقریب) طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی تدلیس مضر نہیں "الا اذا ثبت و الله اعلم" (طبقات المدلسین کا مطالعہ کریں) (جرابوں پر مسح ص ۴۰ جمع و ترتیب عبد الرشید انصاری طبع اول بحوالہ نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۱)

امام بیہقی نے مدخل میں محمد بن رافع سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عامر

سے پوچھا کیا سفیان ثوریؒ تدلیس کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

(تدریب الراوی ج ا ص ۲۳۱)

غیر مقلدین کی چالاکی

غیر مقلدین حضرات بوجہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس کے ہماری اس عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث کو تو ضعیف کہہ دیتے ہیں لیکن جب کوئی حدیث ان کے کسی مسئلے کی دلیل ہو اور اس میں سفیان ثوریؒ عن سے بھی روایت کرر ہے ہوں تو اسکو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں اور اس وقت غیر مقلدین کے نزدیک بوجہ تدلیس سفیان ثوریؒ حدیث صحیح ہوتی ہے جسکی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ (تحفہ حنفیہ بجواب تحفہ اہل حدیث از داؤد ارشد صفحہ ۱۲۲ و حدیث اور اہل تقلید ج ا صفحہ ۴۱۸) (۲) سفیان عن ابی قیس...... الخ (تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۷۸)

(۳) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ

(رسول اکرم ﷺ کی نماز۔ از محمد اسماعیل سلفی صفحہ ۶۷)

(۴) سفیان عن ابی قیس...... الخ (صلوٰۃ الرسول۔ از صادق سیالکوٹی صفحہ ۱۰۴)

(۵) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ

(نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۴۴۔ از ڈاکٹر شفیق الرحمٰن)

(۶) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ

(تحقیق و تخریج نماز نبوی از زبیر علی زئی صفحہ ۱۴۴)

(۷) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ

(اہلحدیث کے امتیازی مسائل از عبداللہ روپڑی صفحہ ۷۷)

(۸) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ

(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں از ثناء اللہ صفحہ ۱۱)

(۹) سفیان عن عاصم بن کلیب...... الخ (ابکار المنن للمبارکپوری صفحہ ۱۰۶)

(۱۰)سفیان عن عاصم بن کلیب. . الخ

(حدیث اور غیر اہل حدیث از خواجہ قاسم صفحہ ۵۳)

تنبیہ:

محدثین نے جو احادیث کی کتابوں میں "باب ترك ذالك" کے باب قائم کیے ہیں یہ بھی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے اور امام نوویؒ نے بھی یہی قائدہ لکھا ہے کہ "مصنفین جو ترک ذالک جیسے عنوانات قائم کرتے ہیں یہ عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

مصنف درایں جا سخن بمبالغہ کہ دو از جد در گزرانید وحق آنست کہ اخبار آثار ہر دو جانب موجود است پس رفع وعدم آن باختلاف اوقات ہر دو بود یا اول رفع بود در آخر منسوخ شد اکنوں دلائل ترک رفع ذکر کینم تاحق ظاہر سود"

(شرح سفر سعادت طبع سکھر بحواله کشف الرین (مترجم ص ۱۲۳)

کہ مصنف فروز آبادؒ نے اس جگہ مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس میں حد سے گزر گیا ہے امر صحیح اور حق بات یہ ہے کہ احادیث وآثار ہر دو جانب موجود ہیں رفع الیدین اور ترک رفع یدین وقت کے اختلاف کے ساتھ دونوں تھے پہلے رفع الیدین تھا اور پھر آخر میں منسوخ ہو گیا اس جگہ ہم ترک رفع الیدین کے دلائل پیش کرتے ہیں تا کہ حق ظاہر ہو جائے۔

جواب نمبر ۸

کہ جب فعلی اور قولی حدیث میں تعارض ہو جائے تو ترجیح قولی حدیث کو ہوتی ہے محدثین کے نزدیک چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ۔

"تعارض القول والفعل والصحیح حینئذ عند الاصولیین ترجیح القول"

(نووی شرح مسلم ج۱ ص ۴۵۲)

ترک رفع یدین کی قولی حدیث

حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی انا عمر بن یزید ابو یزید الجرمی حدثنا سیف بن عبید اللہ حدثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال السجود علیٰ سبعة اعضاء الیدین والقدمین والرکبتین والجبهة ورفع الایدی اذا رایت البیت وعلی الصفاء والمروة وبعرفة وبجمع وعندرمی الجمار واذا اقیمت الصلاۃ"

(طبرانی کبیر ص۴۵۲ ج۱۱)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر ہے دونوں ہاتھوں پر دونوں قدموں پر دونوں گھٹنوں اور پیشانی پر اور رفع الیدین کرنا جب بیت اللہ شریف کو دیکھے اور پہاڑی صفاء ومروہ پر اور عرفۃ کے موقع پر اور مزدلفہ میں اور رمی الجمار کے وقت اور جب نماز شروع کی جائے۔

اس حدیث کی سند میں عطاء بن السائب ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے روایت کرنے والے ورقاء بن عمر ہیں، جو امام شعبہؒ کے ہم عصر ہیں۔ اور امام شعبہ نے عطاء ابن السائب سے تغیر حفظ سے پہلے سنا ہے پس یہ سند قوی ہے (نیل الفرقدین ص۱۱۹) اس کے علاوہ مختلط الحدیث راوی کی روایت متابعۃ سے بھی درست ہو جاتی ہے اور طبرانی کی جو پہلی " لاترفع الایدی" والی روایت ہے اس میں حکم عطاء بن السائب کے متابع ہیں اسی طرح موقوف روایت میں بھی حکم عطاء بن السائب کے متابع ہیں۔

قارئین کرام! یہ حدیث صحیح ہے اور ترک رفع الیدین میں صریح بھی ہے اور اس میں منع بھی ہے کہ ان مقامات کے سوا نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے اب اگر کوئی رفع یدین عند الرکوع والسجود وعند القیام الی الثالثہ کرے گا تو وہ ان احادیث کے پیش نظر ضرور نافرمانی کی ضد کرے گا۔

ترک رفع الیدین کی دوسری قولی حدیث

''عن تمیمة بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رفعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاة'' (مسلم ج۱ص ۱۸۱)

یعنی حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کیا ہو رہا ہے کہ میں تمہیں مست گھوڑوں کی طرح رفع الیدین کرتا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ ان کی دمیں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں نماز میں سکون کرو۔

اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ نماز میں رفع الیدین کرنے سے آپ ﷺ نے خود منع فرمایا ہے۔

اعتراض

زبیر علی زئی صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے...... مثلا درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر سلام کے ابواب باندھے ہیں (نورالعینین ص۱۲۶)

جواب

یہ دو الگ الگ حدیثوں کو خلط ملط کر کے ایک حدیث بنانا درست نہیں ہے اس حدیث پر امام ابوداود نے یوں باب باندھا ہے باب: **النظر فی الصلاة**

(ابی داود ج ۱ ص ۱۳۸)

امام عبدالرزاق نے یوں باب باندھا ہے **باب رفع الیدین فی الدعا**.

(مصنف عبدالرزاق ص۲۵۲ ج ۲)

اور ابو بکر بن شیبہ نے بھی اس پر **باب من کرہ رفع الیدین فی الدعا** کا باب باندھا ہے (مصنف ج۲ ص۴۸۶) معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ بوقت سلام مراد لینا

درست نہیں اور محدثین کا اس پر حقیقی اجماع نہیں بلکہ حافظ زبیر صاحب کا خالص جھوٹ ہے اور قاضی عیاض المالکیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں اور بے شک مالکی نے اس حدیث کو رفع الیدین نماز میں منع کرنے پر حجت کے طور پر پیش کیا ہے (الاکمال معلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۲۲ بحوالہ نور الصباح ج ۲ ص ۳۲۲) اور اس مسلم شریف کی حدیث سے مندرجہ بالا محدثین وفقہاء نے استدلال کیا ہے

(۱) امام الائمہ المحدث الفقیہ ابوحنیفہؒ م ۱۵۰ھ

(۲) امام سفیان ثوریؒ م ۱۶۱ھ

(۳) امام ابن ابی لیلیؒ م ۱۴۸ھ

(۴) امام محدث فقیہ مالک بن انسؒ م ۱۷۹ھ

(۵) علامہ ابن نجیمؒ نے (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۲)

(۶) علامہ فخر الدین الزیلعیؒ نے (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۱) میں

(۷) ملا علی قاریؒ نے (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸) میں

(۸) صاحب بدائع الصنائعؒ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(۹) علامہ زیلعیؒ نے بھی نصب الرایہ میں۔

(۱۰) مولانا محمد ہاشمی سندھیؒ نے بھی اپنے رسالہ کشف الرین میں۔

(۱۱) مبسوط سرخسیؒ میں بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

دیکھیے: المجموع شرح المهذب للنووی (ج٣ ص ٤٠٠)، جزء رفع اليدين للبخاری (ص ٣١)، تمهيد لابن عبد البر (ج٤ ص ٩٤)، دروس المسائل للخلافيه بين الحنفيه و الشافعيه للزمخشری (ج١ ص١٥٦)، اللباب ......(ص ٢٥٦) ابن حبان وغيره.

فریق مخالف کی تیسری دلیل

حدیث حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ

حدثنا اسحاق الواسطی قال حدثنا خالد بن عبداللہ عن خالد عن ابی قلابة انه رای مالك بن الحويرث اذا صلّى كبر و رفع يديه واذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ صنع هكذا.

ابو قلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ (سیدنا) مالک بن الحویرثؓ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

(صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲، صحیح مسلم ج۱ص۱۶۸، ترجمہ زبیر علی زئی نور العینین ص۹۶)

جواب نمبر۱

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ جس طرح حافظ زبیر علی زئی نے (حدیث اور اہل حدیث) میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی روایت کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ''عرض ہے کہ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کہاں ذکر ہے؟ خواہ مخواہ عدم ذکر والی روایت کو نقل کر کے اپنی کتاب کا حجم بڑھا دینا کون سے دین کی خدمت ہے۔''

(نور العینین ص۲۹۶)

اسی طرح ہم بھی اس روایت کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس روایت میں سجدوں کی رفع الیدین کی نفی نہیں ہے اور زبیر صاحب کا قاعدہ ہے کہ ''عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں ہوتا''

(نور العینین ص۱۱۸، ۸۱، ۲۹۲)

لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق ہم یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ سے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی اس روایت کو نقل کرنے میں خطا ہوئی ہے۔ یہ روایت ادھوری ہے اور مکمل روایت نسائی میں

ہے جس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کے الفاظ ہیں وہ روایت یہ ہے:

أخبرنا محمد بن المثنى حدثنا ابن أبي عدي عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه في صلاته إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه. (نسائی مع التعلیقات السلفیة ص۱۲۹ ج۱)

''حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت اور سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت دونوں کانوں کی لو کے برابر''۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مالک بن حویرثؓ سے سجدوں میں بھی رفع یدین کرنے کی احادیث منقول ہیں۔ (بخاری شریف) کی روایت ادھوری ہے۔

اعتراض:

زبیر علی زئی نے سجدوں والی روایت کی سند میں قتادہ کی تدلیس پر اعتراض کیا ہے لکھتے ہیں کہ ''مگر قتادہ مدلس ہیں اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایات ضعیف ہیں۔ (نور العینین ص ۹۷)

پہلا جواب:

جناب زبیر صاحب آپ یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے علماء کی اور اپنی کتابوں کو ملاحظہ فرما لیتے تو اچھا ہوتا اس لیے کہ آپ نے اور آپ کے علماء نے خود قتادہؒ کی عن والی روایات سے استدلال کیا ہے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حماد بن سلمه انا قتادة عن نصر بن عاصم ....الخ

(مترجم جزء رفع الیدین لعلی زئی غیر مقلد وقال صحیح ص ۵۷ حاشیہ)

(۲) حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة.....الخ

(مترجم جزء القراۃ از علی زئی ص ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹ اور قال صحیح)

(۳)حدثنا سعید عن قتادۃ عن زرارۃ.....الخ (ایضا ص۱۵۱ وقال صحیح)

(۴)حدثنا ابو عوانۃ عن قتادۃ عن انسؓ....الخ (ایضاص۱۷۷ وقال صحیح)

(۵)حدثنا ایوب عن قتادۃ عن انسؓ.....الخ (ایضاص۱۷۸ وقال صحیح)

(۶)ابو عوانۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم....الخ

(حدیث اور اہل تقلید ج اص۲۷۲از داؤد ارشد غیر مقلد)

(۷)ھشام عن قتادۃ عن نصربن عاصم....الخ (ایضاج اص۶۷۵)

(۸) سعید عن قتادۃ عن نصربن عاصم....الخ(ایضاج اص۶۷۶)

(۹)ابو عوانۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم.....الخ

(مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر، از محمد گوندلوی غیر مقلد ص۶۵)

(۱۰) ابو عوانۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم....الخ

(فیصلہ رفع الیدین از عبد العزیز غیر مقلد ص۷،۸)

(۱۱)ابو عوانۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم ....الخ

(اہلحدیث کے امتیازی مسائل، از عبداللہ روپڑی ص۶۸)

(۱۲)سعید عن قتادۃ عن نصر بن عاصم.....الخ

(الرسائل فی تحقیق المسائل ص۲۶۴، ۲۶۶، ۲۸۹، ۳۶۱)

(۱۳)ابو عوانۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم....الخ

(القول المقبول عبد الروف غیر مقلد ص۴۱۹)

(۱۴)حدثنا سعید عن قتادۃ عن نصربن عاصم....الخ

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز، از محمد رئیس ندوی غیر مقلد ص۳۵۹)

(۱۵)سعید عن قتادۃ عن نصر بن عاصم....الخ

(نسائی تعلیقات سلفیہ ج اص۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۹، واثبات رفع الیدین خالد گرجاکھی ص۹۸، ۹۹)

دوسرا جواب:

زبیر صاحب کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اگر قتادہ سے روایت کرنے والے شعبہ ہوں تو وہ معنعن روایت بھی صحیح شمار ہوتی ہے۔ (طبقات المدلسین ص۲۱، تحفۃ الاخوذی ج۲ص ۱۵۸) اور یہاں پر قتادہ سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

اعتراض

زبیر صاحب نے اس روایت کی سند میں یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ قتادہ سے روایت کرنے والے شعبہ نہیں بلکہ سعید بن ابی عروبہ ہیں اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا حوالہ پیش کیا ہے کہ

"وشعبة في النسخة غلط" (نيل الفرقدين ص۳۲، نور العينين ص۹۹)

جواب

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے اس بات میں حافظ ابن حجر پر اعتماد کیا ہے چنانچہ ابن حجر (فتح الباری ج۲ص ۱۷۷) میں لکھتے ہیں کہ

واصح ما وقفت عليه من الحديث في الرفع في السجود ما رواه النسائي من رواية سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث ولم ينفرد به سعيد بن ابي عروبة فقد تابعه همام عن قتادة رواه ابو عوانة في صحيحه. (فتح الباری ج۲ ص۱۷۷)

"بہت زیادہ صحیح روایت جس پر مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائی نے روایت کی ہے جس میں رفع یدین فی السجود کا ذکر ہے اور سعید بن ابی عروبہ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ہمام عن قتادہ اس کے متابع ہیں روایت کیا ہے اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں"۔

یہ تھی ابن حجرؒ کی عبارت اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا ابن حجرؒ پر اعتماد کرنے کی وجہ۔ ان سے حسن ظن ہے اور کچھ نہیں جب کہ ابن حجر کا اس میں سعید کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے اور دوسری

بات یہ ہے کہ شعبہ کا ذکر صحیح ابوعوانہ میں بھی موجود ہے۔

اعتراض

اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے علی زئی کا یہ کہنا ہے کہ ابوعوانہ کی جس روایت میں شعبہ کا ذکر ہے اس میں سجدوں والے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ”آپ مسند ابی عوانہ اٹھا کر دیکھیں (جلد۲ص ۹۵،۹۴) اس میں شعبہ کی جو روایت ہے وہ عبدالصمد اور ابو الولید کی سند کے ساتھ ہے اس میں ڈیروی صاحب کے بیان کردہ سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔“ (نور العینین ص ۱۰۰)

پھر لکھا ہے کہ ”تنبیہ: یہاں عدم ذکر اور نفی ذکر کا مسئلہ نہیں کیوں کہ شعبہ کی بیان کردہ اس روایت میں کہیں بھی سجدوں والے رفع الیدین کا وجود نہیں ہے“۔ (نور العینین ص ۱۰۰)

جواب

یہ زبیر صاحب کا بہت بڑا دھوکہ ہے ہم جب ابن عمرؓ کی ترک رفع یدین والی روایت (مدونۃ الکبریٰ) سے پیش کریں تو اس میں زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ”یہ حدیث مختصر ہے اس میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع یدین کا ذکر نہیں اور عدم ذکر نفی ذکر کے لیے مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ گزر چکا ہے“۔ اور جب خود پھنسنے لگے تو آرام سے یہ کہہ کر جان چھڑا لی کہ ”یہاں عدم ذکر اور نفی ذکر کا مسئلہ نہیں کیوں کہ شعبہ کی بیان کردہ اس روایت میں کہیں بھی سجدوں والے رفع یدین کا وجود نہیں ہے۔“

اصل بات تو یہ ہے کہ (ابوعوانہ) والی روایت میں بھی عدم ذکر اور نفی ذکر والا ہی مسئلہ ہے۔ پوری روایت نسائی میں موجود ہے جس میں سجدوں میں رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اعتراض

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ ”حافظ المزی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق

سے نقل کی ہے لہٰذا یہ خطا قدیم ہے۔" (نور العینین ص ۱۰۱)

جواب

یہ خطا قدیم نہیں ہے بلکہ علامہ ابن قطان نے اپنی کتاب (الوہم والایہام ج ۵ ص ۶۱۳) میں شعبہ کی روایت بین السجدتین ذکر کی ہے۔ اور سنن المجتبیٰ جو صحاح ستہ میں شامل ہے یہ محدث ابن السنی کی روایت سے امام نسائی سے مروی ہے اس میں شعبہ کی روایت بین السجدتین کی یقیناً موجود ہے۔ (نور الصباح ج ۲ ص ۲۷۲)

اس حدیث کا جواب نمبر ۲

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے اور غیر مقلدین کے علماء کو اس کا اعتراف ہے چنانچہ حکیم محمود بن سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ چودھویں دلیل بخاری شریف سے لی وہ بھی حدیث نہیں مالک بن حویرث کا اثر ہے۔ (شمس الضحیٰ ص ۱۱۲)

اور ابوصہیب داؤد ارشد صاحب نے بھی حضرت مالک بن حویرثؓ کی اس روایت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار میں سے شمار کیا ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۶۹۴)

اب غیر مقلدین کے علماء اور خود زبیر علی زئی کی پارٹی نے تسلیم کیا ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال، اعمال اور فہم حجت نہیں۔

(الحدیث نمبر ۳۰ ص ۱٤، ٥٦، ٥٧. و عرف الجادی ص ٤٤، ٣٨، ١٠١. و فتاویٰ نذیریه ج ١ ص ٣٤٠)

علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حدّث کے اندر جو ضمیر ہے اس کا مرجع ابوقلابہ تابعی ہیں حضرت مالک بن حویرثؓ نہیں۔

(تعلیقات مشکوۃ بحوالہ نور الصباح ج۲ ص۱۸۲)

اور مرسل روایت غیر مقلدین کے نزدیک خصوصاً زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک حجت نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۳

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ابو قلابہ کے دو شاگرد ہیں۔

پہلا شاگرد

خالد الحذاء جو کہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی اس (بخاری ج ا ص ۱۰۲) والی حدیث کے راوی ہیں اور یہ خالد الحذاء خراب حافظے والا اور ضعیف راوی ہے۔ اس کی غلطی سے اس میں رفع الیدین کا اضافہ ہوا۔

خالد الحذاء کا تعارف

ا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "وهو ثقة يرسل من الخامسة وقد اشار حماد بن زيد الى ان حفظه تغير لما قدم من الشام" (تقريب ص ۹۰)

اور وہ ثقہ ہے مرسل روایت بیان کرتا ہے طبقہ خامسہ میں سے ہے اور بے شک اشارہ کیا حماد بن زید نے کہ اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا جب ملک شام سے واپس آیا۔

۲۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں "يكتب حديثه ولا يحتج به"

(تهذيب التهذيب ج۳ ص ۱۲۱)

کہ اس کی حدیث لکھی جائے اور حجت نہ پکڑی جائے۔

۳۔ امام شعبہ فرماتے ہیں "واكتم على عند البصريين فى خالد الحذاء وهشام" (ايضًا ص ۱۲۲ ج۱)

اور چھپا دے میرے اوپر بصری راویوں میں معاملہ خالد الحذاء اور ہشام کا۔

۴۔ امام ابن علیہؒ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا جس کو خالد روایت کرتا ہے۔

"ولم يلتفت اليه ابن علية وضعف امر خالد" (تهذيب ج۳ ص ۱۲۲)

"تو ابن علیہ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور خالد الحذاء کو ضعیف قرار دیا۔"

۵. "وقال يحيى بن آدم: قلت لحماد بن زيد، ما لخالد الحذاء فى حديثه؟

قال قدم: علينا قدمة من الشام، فكأن أنكرنا حفظه."

(سير أعلام النبلاء ج٦ ص٣٩٢)

٦. وقال عثمان بن سعيد الدارمي: قلت ليحيى بن معين، داؤد أحب إليك أو خالد الحذاء؟ قال: داؤد يعني بن أبي هند.

(تهذيب الكمال ج٣ ص٢٨٤)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ خالد الحذاء خراب حافظہ والا اور ضعیف راوی تھا اور اس نے یہ حدیث شام سے آنے کے بعد روایت کی تھی جب اس کا حافظہ خراب ہو چکا تھا۔

خالد الحذاء کے چار شاگرد ہیں

ا۔ ہشیم بن بشیر ان کی روایت (بخاری شریف ج ا ص ۱۱۳) پر ہے اور اس میں رفع یدین کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۔ ابن علیہ یہ خالد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے رفع یدین کی نہ حضرت مالک بن حویرثؓ کے رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور نہ آپ ﷺ کے۔

(مصنف ابن ابی شیبه ج١ ص٢٦٦)

۳۔ صہیب ہیں ان کی روایت میں ابو قلابہ کے رفع یدین کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں بلکہ خالد کہتے ہیں میں نے ابو قلابہ سے پوچھا" ما هذا يعني رفع اليدين في الصلاة" یعنی یہ نماز میں رفع یدین کرنے کا کیا مسئلہ ہے تو انہوں نے کہا: تعظیم۔

(حلية الاولياء ج٢ ص٢٨١)

۴۔ خالد بن عبداللہ الطحان ہیں یہ حضرت مالک بن الحویریثؓ اور آپ ﷺ کے رفع یدین کرنے کو ذکر کرتے ہیں جو اس بخاری والی حدیث کے راوی بھی ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر تین ہم استادوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خالد الحذاء کے تین شاگرد ہشیم بن بشیر، ابن علیہ، صہیب انہوں نے خالد الحذاء سے ان کے شام جانے سے پہلے یا شام میں ہی حدیث سنی جب ان کا حافظہ صحیح

تھا اس لیے ان تینوں نے رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا اور جو چوتھے شاگرد ہیں انہوں نے خالد کے شام سے آنے کے بعد حدیث سنی جب خالد کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔ اسی لیے اس میں رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

دوسرا شاگرد

ابوقلابہ کے دوسرے شاگرد ایوب سختیانی ہیں جو کہ "ثقة ثبت حجة من كبار الفقهاء والعباد" ہیں۔ (تقریب) ان کی حدیث (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۳) میں موجود ہے اور اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلا رہے ہیں اور اس میں کہیں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے بلکہ تکبیر کا ذکر ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ نکلا کہ ابوقلابہ کے دو شاگردوں میں سے ایک خالد الحذاء جس کا حافظہ خراب تھا وہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر کرتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں ابوقلابہ کے دوسرے شاگرد ایوب سختیانی جیسے حافظ ضابط حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں کرتے لہٰذا خالد نے ایوب جیسے حافظ ضابط کی مخالفت کی ہے۔ اور خالد کے چار شاگردوں میں سے چوتھے شاگرد خالد بن عبداللہ نے تین ہم استادوں کی مخالفت کر کے رفع یدین کا ذکر کیا ہے لہٰذا ایسی روایت ہرگز حجت نہیں۔

جواب نمبر۴

حضرت مالک بن حویرثؓ وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس پوری زندگی میں صرف بیس راتیں رہے۔ (بخاری شریف ج۱ ص۸۸، ۹۵)

پھر جب حضرت مالک بن حویرثؓ کے گھر جانے کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے حضرت مالک بن حویرثؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ کچھ ارشاد فرما دیں تا کہ ہم پچھلے لوگوں کو جا کر بتائیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۸)

تو آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ "صلوا کما رایتمونی اصلی" (ایضاً ج۱ ص۸۸) کہ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

چنانچہ جب مالک بن حویرثؓ واپس لوٹے تو (بخاری شریف ج۱ ص۱۱۳) میں ہے کہ مالک بن حویرثؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا "الا انبئکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ" کیا میں تم کو آپ ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں؟" چنانچہ جب نماز پڑھ کر دکھادی تو اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا صرف تکبیر کہی۔

جواب نمبر۵

زبیر علی زئی صاحب کی اس پیش کردہ مالک بن حویرثؓ والی دلیل کی سند میں ایک راوی ابو قلابہ بھی ہے۔ یہ راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ ناصبیت کی طرف مائل تھے۔ (تقریب) یعنی کہ یہ ناصبی تھے اور ناصبی حضرات وہ ہیں جو حضرت علی اور دیگر صحابہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ چنانچہ قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ "ناصبی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ، امام حسن، امام حسین اور حضرت فاطمہؓ یعنی اہل بیت کی توہین کرتے ہیں۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۶۹)

لہٰذا اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب (امین اکاوڑی کا تعاقب ص۶۵) میں ایک راوی جو کہ (بخاری شریف) کا راوی ہے اس کی حدیث کا رد کردیا ہے اور اس راوی کی بیان کردہ حدیث کو رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرتا تھا، بدعتی تھا۔ چنانچہ زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ "علی بن الجعد مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے، مگر یہ بھی مروی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر، معاویہ بلکہ عثمانؓ پر سخت تنقید کرتا تھا۔ سیدنا عثمانؓ کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انہوں نے معاذ اللہ بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لے لیے تھے، سیدنا معاویہؓ کی وہ تکفیر کا قائل تھا، وہ کہتا تھا کہ مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ کو عذاب دے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۵۷ وغیرہ" (امین اکاڑوی کا تعاقب ص۶۵)

لہٰذا ز بیر صاحب اگر بخاری شریف کے کسی راوی کی بیان کردہ کسی روایت کو اس وجہ سے رد کر سکتے ہیں کہ وہ صحابہ پر سخت تنقیدیں کرتا ہے بدعتی ہے تو ہم بھی ابو قلابہ کی بیان کردہ روایت کو اس لیے رد کر سکتے ہیں کہ ابو قلابہ ناصبی تھا اور ناصبی حضرات صحابہ اور اہل بیت پر تنقیدیں کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۶

حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایات میں سخت قسم کا اضطراب ہے یہ اضطراب ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر

حدثنا اسحق الواسطی حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن ابی قلابة انه رای مالك بن الحويرث اذا صلی کبر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث ان رسول الله ﷺ صنع هكذا. (بخاری ج۱ ص۱۰۲)

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

(ترجمہ خالد گرجاکھی، اثبات رفع الیدین ص۹۴)

۲۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع جاتے اور اٹھتے اور سجدوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر

اخبرنا محمد بن المثنی حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادة

عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث ان نبی الله ﷺ اذا دخل فی الصلاة يعنی رفع يديه وإذا ركع فعل مثل ذلك وإذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذلك إذا رفع رأسه من السجود فعل مثل ذالك كله يعنی رفع يديه. (نسائی سلفيه ص۱۳۵، اثبات رفع يدين خالد گرجاکھی)

کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اسی طرح کرتے اور جب سجدوں سے سر اٹھاتے اسی طرح رفع الیدین کرتے۔ (ترجمہ خالد گرجاکھی)

۳۔ تکبیر تحریمہ کی نفی اور رکوع جاتے اور اٹھتے اور سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر

اخبرنا محمد بن المثنی حدثنا ابن عدی عن شعبة عن قتادة عن نضر بن عاصم عن مالك بن حويرث انه رانی النبی ﷺ رفع يديه فی صلاته إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه فی السجود حتی يحاذی بهما فروع اذنيه. (بحواله نسائی، اثبات رفع يدين ص۹۹)

۴۔ تکبیر تحریمہ کی نفی رکوع میں جانے کی نفی، رکوع سے اٹھتے وقت اور سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر

حدثنا عبدالله حدثنی ابی حدثنا محمد بن ابی عدی عن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه رای نبی الله ﷺ يرفع يديه فی صلاته إذا رفع رأسه من ركوعه وإذا سجد وإذا رفع رأسه من سجوده حتی يحاذی بهما فروع أذنيه. (اثبات رفع اليدين ص۱۰۱)

حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا نبی کریم ﷺ کو کہ رفع

یدین کرتے نماز میں جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے دونوں کانوں کی لو کے برابر۔

۵۔صرف رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر

حدثنا خليفة بن خياط حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد عن قتادة ان نصر بن عاصم حدثهم عن مالك بن الحويرثؓ قال رأيت النبي ﷺ يرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع حتى يحاذي بهما فروع أذنيه.

(اثبات رفع اليدين ص۱۱۱)

کہ آپ رفع الیدین کرتے کانوں کی لو تک رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے۔(ترجمہ خالد گرجاکھی)

۶۔تکبیر تحریمہ کی نفی، رکوع میں جاتے اور اٹھتے اور سجدے سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر اور سجدے میں جانے کی بھی نفی

حدثنا عبدالله حدثني ابي ثنا محمد بن جعفر ثنا سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه راى رسول الله ﷺ يرفع يديه إذا أراده أن يركع وإذا رفع رأسه وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه. (مسند احمد ج۳ ص۴۳۷)

حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے جب ارادہ کرتے رکوع کا اور جب سر اٹھاتے رکوع سے اور جب سر اٹھاتے سجدوں سے دونوں کانوں کی لو کے برابر۔

خلاصہ

حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین کے متعلق ان مختلف روایت سے معلوم ہوا کہ اس

میں سخت قسم کا اضطراب ہے اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ اصول حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ایک اشکال

علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ ''سیدنا مالک بن الحویرث ؓ بنولیث کے وفد میں غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔ دیکھیے: (فتح الباری (ج۲ ص۱۱۰ ح۶۲۸. ارشاد الساری للقسطلانی (۱۶/۲) غزوہ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ دیکھیے: فتح الباری (۸/ ۱۱۱ ح۴۴۱۵)''. (نور العینین ص۹۹)

جواب

اگر علی زئی صاحب اس سے حضرت مالک بن حویرث ؓ کا متاخر الاسلام صحابی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تا حیات رفع یدین کرنا ثابت کرنا چاہتے ہیں تو زبیر صاحب کا یہ استدلال مردود ہے کیوں کہ آپ کے عظیم محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری ؒ لکھتے ہیں کہ ''متاخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصولِ حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے۔''
(تحقیق الکلام ص۷۵)

مزید لکھتے ہیں کہ

"أن تأخر إسلام الراوی لایدل علی تأخیر ورود المروی" (ایضًا ص۷۶)

''راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے۔''

فریق مخالف کی چوتھی دلیل

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ اور اس کا جواب

حدثنا زهير بن حرب قال نا عفان قال نا همام قال نا محمد بن جحادة قال حدثني عبدالجبار بن وائل عن علقمة بن وائل و مولى لهم انهما حدثاه عن ابيه وائل بن حجر انه راى النبى ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلاة كبر وصف همام حيال اذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى فلما اراد ان يركع اخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال سمع الله لمن حمده رفع يديه فلما سجد سجدبين كفيه.

(سیدنا) وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نماز میں داخل ہوئے جب تکبیر کہی رفع یدین کیا۔ ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع الیدین کیا پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔(مسلم شریف ج۱ ص۱۷۳، ترجمہ زبیر علی زئی نور العینین ص۱۰۲)

جواب نمبر۱

زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال درست نہیں کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن جحادہ ہے "جو کہ غالی قسم کا شیعہ تھا" چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ " كان يغلو في التشيع"

(ميزان الاعتدال ص۲۹۸ ج۳)

اور شیعہ حضرات بھی رفع الیدین کے قائل ہیں اور "اثر عبداللہ بن زبیر اور حدیث ابوبکر صدیقؓ" کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ شیعہ یا بدعتی راوی کی کوئی ایسی بیان کردہ روایت جو اس کے مذہب کی تائید میں ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی لہٰذا یہ روایت قبول نہیں کی جائے

گی۔

امام اعظمؒ سے ابوعصمہؒ نے دریافت کیا کہ اہل اہوا سے روایت کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ سب اہل اہواء سے روایت لے سکتے ہو بشرطیکہ وہ عادل ہوں، لیکن شیعہ سے روایت نہ لینا، کیونکہ ان کے عقیدے کی عمارت حضور انور ﷺ کے صحابہ کی تذلیل پر ہے۔ (الکفایہ فی علوم الروایۃ ص ۱۲۶ بحوالہ حق و باطل کی پہچان ج۱ص ۵۷ حافظ محمد ضیاء الدین، پیرزادہ)

دلیل نمبر۲

محمد بن جحادہ کے شیعہ ہونے کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ شیعہ حضرات سجدوں میں بھی رفع الیدین کے قائل ہیں اسی لیے یہی حدیث محمد بن جحادہ کے طریق سے (ابو داؤد ص ۱۰۵) میں بھی ہے اور اس میں سجدوں میں رفع الیدین کا بھی ذکر ہے۔

جواب نمبر۲

حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ بیان کردہ حدیث اس وقت کی ہے جب حضرت وائل بن حجر پہلی مرتبہ ۹ھ میں تشریف لائے تھے لیکن جب دوبارہ سردی کے موسم میں تشریف لائے تو اس وقت صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر فرمایا اور کسی جگہ کی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا چنانچہ (ابوداؤد ج۱ص ۱۰۵) میں حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ

ثم اتیتھم فرایتھم یرفعون ایدیھم الی صدورھم فی افتتاح الصلاۃ وعلیھم برانس واکسیۃ.

پھر میں دوبارہ آیا تو سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے شروع نماز میں اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں۔ (ترجمہ خالد گرجاکھی)

اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عندالرکوع رفع یدین ۱۰ھ میں منسوخ ہوگیا تھا لہٰذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد والی یہ حدیث ناسخ ہوگئی اور جو مسلم شریف سے زبیر علی

زئی صاحب سے پیش کی ہے وہ منسوخ ہوگئی۔

جواب نمبر۳

حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے بھی قبول نہیں کیا چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ

قیل لابی عبداللہ نذهب رفع الیدین فی القیام من اثنتین ایضًا قال لا. انا اذهب الی حدیث سالم عن ابیه ولا اذهب الی حدیث وائل بن حجر لانه مختلف فی الفاظه حدیث عاصم بن کلیب خلاف حدیث عمرو بن مرة.

(تمهید ج۹ ص۲۲٤)

کہ امام احمد سے پوچھا گیا کہ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی ہم رفع یدین کریں تو فرمایا نہ کرو میں (امام احمد) سالم بن عبداللہ بن عمر کی حدیث پر عمل کرتا ہوں وائل بن حجر کی روایت پر عمل نہیں کرتا کیوں کہ اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ عاصم بن کلیب کی حدیث کے الفاظ عمرو بن مرہ کی حدیث کے خلاف ہیں۔

امام احمدؒ کے اس قول سے اور دو باتوں کا پتہ چلا کہ حدیث وائل کے الفاظ مختلف ہیں یعنی اس میں اضطراب ہے جس کی تفصیل ابھی آئے گی ان شاءاللہ اور دوسری بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔

جواب نمبر۴

زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ دلیل حدیث وائل بن حجرؓ جب حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی کے سامنے پیش کی گئی تو حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا

احفظ وائل ونسی ابن مسعود ولم یحفظه انما رفع الیدین عند افتتاح الصلاة. (مسند ابو یعلی بحوالة التعلیق المحجد ص۹۲)

کیا حضرت وائل نے نبی کریم ﷺ کی نماز کو یاد رکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھول

گئے ہیں اور یاد نہ رکھ سکے حالانکہ رفع یدین صرف ابتدائے نماز میں ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ

هو اعلم برسول الله ﷺ ام عبدالله فانما كان يرفع يديه عند الافتتاح.

(طبرانی ج۲۲ ص۱۲)

کیا حضرت وائلؓ آپ کی نماز کو زیادہ جاننے والے ہیں یا حضرت ابن مسعودؓ حالانکہ ابن مسعودؓ صرف ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے بھی حدیث وائلؓ کو قبول نہ کیا اور حدیث ابن مسعودؓ کو ترجیح دی۔

جواب نمبر۵

زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ حدیث وائلؓ کے متن میں اضطراب ہے وہ اضطراب یہ ہے۔

ا۔تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر اور سجدے میں جاتے وقت رفع یدین کی نفی اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر

حدثنا عبيد الله بن عمر بن ميسرة الجشمي ثنا عبد الوارث بن سعيد حدثنا محمد بن جحاده حدثني عبدالجبار بن وائل بن حجر قال كنت غلاما لا اعقل صلاة ابي قال فحدثني وائل بن علقمة عن ابي وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله ﷺ فكان اذا كبر رفع يديه قال ثم التحف ثم اخذ شماله يمينه وادخل يديه في ثوبه قال فإذا اراد ان يركع اخرج يديه ثم رفعهما وإذا أراد أن يرفع رأسه من الركوع رفع يديه ثم سجد و وضع

وجور بين كفيه وإذا رفع رأسه من السجود ايضًا رفع يديه حتى فرغ من صلاته. (بروایة ابو داؤد، بحواله اثبات رفع اليدين ص۱۱۳)

یعنی کہ آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کیا پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑ لیا، یعنی ہاتھ باندھے اور اپنے ہاتھوں کو کپڑے میں کر لیا پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ نکال کر رفع یدین کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو پھر بھی رفع یدین کیا پھر جب سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کے درمیان اپنی پیشانی کو رکھا اور سجدوں سے سر اٹھایا تو بھی رفع یدین کیا حتی کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کا ذکر

حدثنا مسدد و ثنا يزيد يعني ابن زريع ثنا المسعودي ثنا عبدالجبار بن وائل حدثني اهل بيتي عن ابي انه حدثهم انه راى رسول الله ﷺ يرفع يديه مع التكبير. (بحواله ابو داؤد، اثبات رفع اليدين ص۱۱٤)

۳۔ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر

حدثنا عثمان بن ابي شيبة حدثنا عبدالرحيم بن سليمان عن الحسن بن عبيد الله النخعي من عبدالجبار بن وائل غن ابيه انه ابصر النبي ﷺ حين قام الى الصلاة رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه وحاذى بابهاميه اذنيه ثم كبر. (اثبات رفع يدين ص۱۱۵)

وائل بن حجرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت وائل بن حجر کی حدیث کے متن میں سخت اضطراب ہے اور اس اضطراب کی تصدیق امام احمد بن حنبلؒ نے بھی فرما دی ہے جس کا حوالہ جواب نمبر ۳ میں گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ روایت مضطرب کہلائی اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے

اوراس کو غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس روایت پر عمل ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔

فریق مخالف کی پانچویں دلیل

حدیث حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کا جواب

عبدالحمید بن جعفر قال: حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرة من اصحاب النبی ﷺ فیهم ابو قتادة، فقال ابو حمید أنا أعلمکم بصلاة رسول الله ﷺ قالوا: لم فوالله ما کنت اکثرنا له تبعة ولا اقدمنا له صحبة؟ قال بلٰی قالوا: فاعرض، قال: کان رسول الله ﷺ إذا قام إلی الصلاة کبر ثم رفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ویقیم کل عظم فی موضعه ثم یقرأ ثم یرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم یرکع ویضع راحتیه علٰی رکبتیه معتدلا لا یصوب رأسه ولا یقنع به یقول: ((سمع الله لمن حمده)) ویرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکیه ...... ثم إذا قام من الرکعتین رفع یدیه حتی یحاذی بهما مکنبیه کما صنع عند افتتاح الصلاة ...... فقالوا: صدقت هٰکذا کان یصلی النبی ﷺ.

(نور العینین ص۱۰۳)

عبدالحمید بن جعفر نے کہا: میں نے محمد بن عطاء سے سنا، اس نے کہا: میں نے ابوحمید الساعدیؓ سے دس صحابیوں میں سنا جن میں ابوقتادہؓ تھے۔ ابوحمیدؓ نے کہا: میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے، نہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے (اور نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی ہے)۔ ابوحمید نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے تو انہوں نے کہا: اچھا پھر پیش کریں۔ سیدنا ابوحمیدؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور

اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی۔ پھر قرأت کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے، رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے اور نہ نیچا، پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے...... پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے۔ (دس کے دس) صحابہؓ نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ نبی اکرم ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے...... انتہی (ترجمہ: زبیر علی زئی نور العینین صفحہ نمبر ۱۰۴۔۱۰۵)

زبیر صاحب اس حدیث کو نقل کرکے کچھ لائنوں بعد محمد بن یحییٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''جس نے یہ حدیث سنی اور رفع الیدین نہ کیا تو اس کی نماز ناقص ہے'' (نور العینین ص ۱۰۵)

یعنی کہ زبیر صاحب کا محمد بن یحییٰ کا یہ قول پیش کرنا اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ خود زبیر صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث پر عمل نہ کرنے والے کی نماز ناقص ہے اب آیئے دیکھتے ہیں کہ زبیر صاحب کی یہ پیش کردہ حدیث اور اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔

جواب نمبر ۱

عبدالحمید بن جعفر کا تعارف

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے عبدالحمید بن جعفر کے نام سے جس کو ثقہ اور صدوق ثابت کرنے کے لیے زبیر صاحب نے بائیس ائمہ کے نام پیش کیے ہیں اور جرح میں صرف پانچ ائمہ کے نام اپنی عادت کے مطابق ذکر کئے ہیں باقی ائمہ کی جرح کو ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلے وہ ائمہ کرام جنہوں نے اس راوی پر جرح کی ہے۔

(۱)...... امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ''لیس بالقوی''. (ضعفاء صغیر ص ۴۸)

(۲) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں ''لا یحتج به''.

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۹، المغنی ج ۱ ص ۵۸۸)

(۳)۔۔۔ امام سفیان ثوریؒ بھی اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ "وکان الثوری یضعفه من اجل القدر"۔ (میزان الاعتدال ج۲ ص۵۳۹)

(۴)۔۔۔امام یحییٰ بن سعید القطانؒ بھی اس کی تضعیف کرتے ہیں۔

(۵)۔۔۔امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اس سے روایت بھی لیتے تھے تو ابن معینؒ نے فرمایا کہ اس سے روایت بھی لیتے تھے اور ساتھ ہی اس کی تضعیف بھی کرتے تھے اور یہ تقدیر کا منکر تھا۔

(۶)۔۔۔امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس نے اکثر اوقات خطاء کی ہے "ربما اخطاء"۔ (تهذیب التهذیب ج۶ ص۱۱۲. وکتاب الثقات ص ۵۵۰ نمبر ۹۲۷۷)

(۷)۔۔۔امام ترمذیؒ نے اس کی ایک روایت کو "غیر اصح" قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ "وهذا اصح من حدیث عبد الحمید ابن جعفر" (سنن ترمذی ج۲ ص۱۴۵ سورة الحجر)

(۸)۔۔۔امام طحاویؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۲۷)

(۹)۔۔۔قاضی شوکانیؒ عبدالحمید بن جعفر کی ایک روایت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ "وقال ابن المنذر لا یثبته اهل النقل وفی اسناده مقال"

یعنی ابن المنذر رنے فرمایا اس راوی کو محدثین کرامؒ مضبوط قرار نہیں دیتے اور اس سند میں کلام ہے۔(نیل الاوطار ج۶ ص۳۳۱)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ (۹) قاضی شوکانی اور (۱۰) ابن منذر کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے اور متکلم فیہ بھی ہے۔

(۱۱)۔۔۔امام ابن قیمؒ اس کی حدیث کا جواب یوں دیتے ہیں کہ "وضعف یحیٰی بن سعید والثوری عبدالحمید بن جعفر"۔ (زاد المعاد ج۴ ص۱۳۶)

یعنی کہ امام یحییٰ بن سعیدؒ اور امام ثوریؒ نے عبدالحمید بن جعفر کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوا ہے کہ اس راوی پر ابن قیمؒ نے بھی جرح کی ہے۔

(۱۲)......حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

"وصح غير واحد من الائمة وقفه على رفعه واعله ابن القطان بهذا التردد وتكلم فيه ابن الجوزى من اجل عبد الحميد بن جعفر فان فيه مقالًا".

(التلخيص الحبير ج۱ ص۲۳۳،بحواله نو الصباح حصه دوم)

یعنی اور بہت سے ائمہ کرام نے اس کے وقف کو رفع پر صحیح کہا ہے اور محدث ابن قطانؒ نے اس تردد کی بنا پر اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ اور محدث ابن جوزیؒ نے اس روایت میں کلام کیا ہے عبدالحمید بن جعفر کی بنا پر پس بے شک اس میں کلام ہے۔ اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ابن قطان کے نزدیک اس کی حدیث معلول ہے۔

(۱۳)......حافظ ان حجرؒ کے اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ابن جوزیؒ کے نزدیک بھی یہ راوی صحیح نہیں نیز ابن جوزیؒ نے عبدالحمید بن جعفر کو اپنی کتاب (الضعفاء والمتروکین ج۲ ص۸۵) میں درج کیا ہے اور اس پر جرح بھی کی ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ کا "فان فیہ مقالا" کہنے سے معلوم ہوا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ راوی قابل اعتبار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ صدوق رمی بالقدر وربما وهم. (تقریب ص۱۹٦)

کہ سچا ہے تقدیر کے انکار کا الزام لگایا گیا ہے اور اکثر اوقات بھول جاتا ہے۔

(۱۴)......مولانا عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ "الحديث اخرجه ابن عدى ايضًا وفيه عبدالحميد ضعفه الثورى والعجلى. (تعلیق المغنی ج۱ ص۱۵۱)

یعنی اس حدیث کو ابن عدیؒ نے بھی اخراج کیا ہے اور اس کی سند میں عبدالحمید نے امام ثوری اور عجلی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ امام عجلیؒ کے نزدیک بھی یہ راوی ضعیف ہے۔

(۱۵) امام دارقطنیؒ مس ذکر والی حدیث میں لکھتے ہیں کہ "كذا رواه عبد

الحميد بن جعفر عن هشام و وهم". (دار قطنی ج۱ ص۱۵٤)

یعنی کہ اسی طرح عبدالحمید بن جعفر نے ہشام سے روایت کی ہے اور بھول گیا ہے۔

امام دارقطنیؒ، ابن حجرؒ اور ابن حبانؒ کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر بہت بھولنے والا اور خطا کار تھا۔ اور اس حدیث میں اس نے رفع الیدین کرنے کے الفاظ اپنی خطاء اور وہم کی وجہ سے بڑھا دیئے ہیں اور صحیح روایت وہی ہے جو بخاری شریف میں ہے اور اس میں نہ تو عبدالحمید بن جعفر ہے اور نہ تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔

(۱۶)......مبارک پوری صاحب غیر مقلد نے بھی عبدالحمید بن جعفر کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "صدوق رمی بالقدر وربما وهم" (تحفة الاحوذی ج۲ ص۱۷۵)

(۱۷)......علامہ ابن ترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ "قلت عبدالحميد بن جعفر مطعون في حديثه" (جوهر نقی ج۲ ص۶۹)

میں کہتا ہوں کہ اس کی حدیث میں طعن کیا گیا ہے۔

(۱۸)......وقال ابن حزم ولعله وهم فيه يعني عبدالحميد.

(جوهر نقی ج۲ ص۶۹)

ابن حزم نے کہا کہ اس روایت میں عبدالحمید کو وہم ہو گیا ہے۔

(۱۹)......علامہ عینیؒ فرماتے ہیں عبدالحميد بن جعفر فهو قالوا انه مطعون في حديثه فكيف يحتجون به على الخصم.

(عینی شرح بخاری ج۵ ص۲۷۲ طبع بیروت)

عبدالحمید بن جعفر ضعیف ہے محدثین نے کہا ہے کہ وہ مطعون فی الحدیث ہے تو اس صورت میں مخالف اس حدیث سے کیسے احتجاج کرتا ہے۔

(۲۰)......علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں کہ "والظاهر انه غلط في هذا الحديث"

(نصب الراية ج۱ ص۳٤٤)

(۲۱) امام عقیلیؒ نے اس راوی کو اپنی کتاب (الضعفاء الکبیر) میں ذکر کر کے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۴۳، ۴۴)

(۲۲) امام ابن عدیؒ نے اس راوی کو (ضعفاء) میں ذکر کر کے اس پر ائمہ سے جرح بھی نقل کری ہے (الکامل فی الضعفاء الرجال ج ۵ ص ۳۱۸)

(۲۳) امام ابوالحسین قدوریؒ نے امام یحیٰی القطان سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(التجرید للقدوری ج ۲ ص ۵۲۲)

(۲۴) حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے امام طحاویؒ سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(الحاوی فی بیان آثار طحاوی ج ۱ ص ۵۳۹)

(۲۵) امام ابوالقاسم البلخی م ۳۱۹ھ نے عبدالحمید بن جعفر کو ضعیف اور لا یحتج بہ قرار دیا ہے ۔(قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۲۸۹)

(۲۶) امام ابوداؤدؒ نے امام سفیان ثوریؒ سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(سوالات ابی داؤد لامام احمد ج ۱ ص ۲۲۰)

(۲۷) امام عبداللہ بن احمد نے امام سفیان ثوریؒ سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد بروایت عبداللہ ج ۳ ص ۱۵۳)

(۲۸) امام محمد بن عثمان ابن ابی شیبہؒ نے امام سفیان ثوریؒ سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(سوالات محمد بن عثمان لابن مدینی ج ۱ ص ۱۰۰)

(۲۹) ابن ابی حاتم رازیؒ نے اپنے والد سے عبدالحمید بن جعفر کو مضطرب الحدیث نقل کیا ہے۔(علل الحدیث لابن ابی حاتم رازی ج ۱ ص ۱۷۴)

(۳۰) امام ذہبیؒ نے بھی اسکو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور اس پر جرح بھی کی ہے۔

(المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۵۸۸ ، دیوان ضعفاء والمتروکین ج ۲ ص ۸۴)

(۳۱) امام خلیل احمد سہارنپوریؒ نے امام طحاوی و ابن ترکمانی سے اسکی تضعیف نقل کی ہے۔

(بذل المجہود ج ۲ ص ۵، ۳)

(۳۲) امام سید یوسف بنوریؒ نے امام طحاویؒ سے اسکی تضعیف نقل کی ہے

(معارف السنن ج ۴)

(۳۳) محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے ائمہ نقاد سے انکی تضعیف نقل کی ہے (خزائن السنن ج ۲)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ عبدالحمید بن جعفر ضعیف کمزور اور خطا کار اور وہم والا راوی ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ راوی بدعتی اور قدری بھی تھا جیسا کہ امام سفیان ثوریؒ، امام یحییٰ بن سعیدؒ اور ابن حجرؒ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قدری ہونے کے مزید حوالے۔

۱...... "ضعفه القطان، وفيه قدرية" (المغني في الضعفاء ج۱ ص۵۸۸)

۲...... وكان يرى بالقدر. (الضعفاء الكبير ج۲ ص٤٤)

۳...... امام سفیان ثوریؒ اس کو قدری کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے تھے۔

(ضعفا کبیر ج۲ ص۵۸۸)

٤...... وقيل كان يرى القدر. (ميزان الاعتدال ج۲ ص۵۳۹)

۵...... قال علي بن المديني كان يقول بالقدر وكان عندنا ثقة.

(ميزان ج۲ ص۵۳۹)

٦...... قال يحيى بن معين وكان يرى القدر. (تهذيب الكمال ج٦ ص۳۰)

اور پھر تقدیر کے منکر کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

(۱) عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ صنفان من أمتي ليس لهما في الاسلام نصيب المرجئة والقدرية.

(ترمذي ج۲ ص۳۷ ابواب القدر عن رسول الله ﷺ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے دو گروہ ایسے جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں قدریہ اور دوسرا مرجئہ۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسے ایک شخص کے متعلق فرمایا:

"انہ قد احدث فلا تقرأہ منی السلام"

(ترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب، ابواب القدر)

بے شک وہ بدعتی بن گیا ہے (یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا ہے) اس کو میرا اسلام نہ کہنا۔

(۳) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ

"قدریوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور ان سے روایت بھی نہ لو"۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۱۲٤)

(۴) "رسالہ الحدیث شمارہ ۳۱ ص۶" میں حسن بصریؒ کے حوالے سے ہے کہ "قدری کافر ہے" اور قدری فرقہ شیعوں کی ایک قسم ہے اور یہ بھی رفع الیدین کے قائل ہیں۔ لہذا اگر سند میں کوئی بھی اس قسم کا راوی ہو اور وہ روایت اس کے مذہب کی تائید کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ (شرح نخبۃ الفکر)

زبیر صاحب نے بخاری شریف کے ایک راوی علی بن الجعد کو مختلف فیہ اور مجروح کہا ہے۔ (امین اکاڑوی کا تعاقب ص۶۵)

اور اس کی ایک روایت جو بیس رکعات تراویح کے بارے میں ہے رد کر دیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ "اگر چہ وہ ثقہ صدوق ہے لیکن سخت بدعتی بھی ہے"۔

(امین اکاڑوی کا تعاقب ص۶۷)

لہذا ہم بھی عبدالحمید بن جعفر کے متکلم فیہ اور مجروح اور اس کے سخت بدعتی قدری ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو رد کرتے ہیں۔

امام ابن سیرینؒ بھی بدعتیوں سے روایت لینے سے انکار کرتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ " لم یکونوا یسالون عن الاسناد حتی وقعت الفتنۃ، فلما وقعت نظروا من کان من اھل السنۃ اخذوا حدیثہ، ومن کان من اھل البدعۃ ترکوا حدیثہ" (مقدمہ میزان الاعتدال ج۱ ص۳)

زبیر علی زئی صاحب کے دھوکے

(۱) زبیر صاحب نے عبدالحمید بن جعفر کی توثیق میں بائیس ائمہ کے حوالے دیئے ہیں اور ان میں سے (۱۶) ائمہ کا حوالہ (تہذیب التھذیب) سے دیا ہے۔ جبکہ ان (۱۶) میں سے صرف (۹) ائمہ سے تعدیل ملتی ہے باقی (٦) ائمہ سے عبدالحمید بن جعفر کی تعدیل کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

(۲) پھر ان (۱۶) ائمہ کے علاوہ (۴) ائمہ امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، امام بخاریؒ، ابن حجرؒ کا بھی حوالہ تعدیل میں شمار کیا ہے لیکن کوئی حوالہ نہیں دیا۔

(۳) زبیر صاحب نے عبدالحمید بن جعفر کی توثیق میں امام ابن حبانؒ کو بھی شمار کیا ہے اور حوالہ (تہذیب التھذیب) کا دیا ہے اور ابن حبانؒ کے الفاظ یہ لکھے ہیں "احد الثقات المتقنین" جبکہ ابن حبانؒ کے یہ الفاظ تہذیب میں بلکل موجود نہیں ہیں بلکہ اسکے برعکس یہ الفاظ موجود ہیں "و قال ابن حبان ربما اخطأ" (٦-۱۱۳)

وہ ائمہ جنہوں نے عبدالحمید بن جعفر کو ثقہ کہا ہے ان کا جواب

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے عبدالحمید کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے بائیس ائمہ کرام کے نام نقل کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امام ابن خزیمہؒ   ۲۔ امام ابن حبانؒ

زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ ابن خزیمہؒ نے اس راوی سے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے اور ابن حبانؒ نے احد الثقات المتقنین کہا ہے۔

جواب

زبیر صاحب کا ان دو ائمہ کا حوالہ پیش کرنا کوئی مفید نہیں اور ان کا کسی راوی سے احتجاج کرنا یا اس کو صحیح کہنے سے وہ راوی صحیح نہیں ہو جاتا چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ "جیسے ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان ہیں مگر ان کی بھی تمام روایات صحیح نہیں"۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۲٦۴)

اور مبارک پوری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں فی تصحیح ابن خزیمہ نظر.

(ابکار المنن ص ۱۰۰)

"یعنی ابن خزیمہ کی تصحیح میں نظر ہے۔"

غیر مقلد محقق مولانا عبدالرؤف سندھو صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے ملاحظہ ہوں صحیح ابن خزیمہ (۲/ ۲۷) مگر یہ حدیث صحیح نہیں۔

(القول لمقبول ص ۳۶٦)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کا کسی راوی یا حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا خود غیر مقلدین کے نزدیک ہی معتبر نہیں لہٰذا یہ حوالہ پیش کرنا بے کار ہے۔

اب رہا ابن حبان کا حوالہ تو یہ حوالہ بھی قابل قبول نہیں کیوں کہ ابن حبان جس راوی کی توثیق کرتے ہیں یا عادل کہتے ہیں تو وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور ہی رہتا ہے چنانچہ

۱۔ علامہ سخاویؒ نے امام ابن حبانؒ کو متساہل کہا ہے۔ (فتح المغیث ص ۲٤)

۲۔ علامہ ابن صلاحؒ نے بھی متساہل کہا ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۹)

۳۔ مبارک پوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبانؒ متساہل ہیں۔

(تحقیق الکلام ج۱ ص ۷۷)

۴۔ مؤلف خیر الکلام والے نے بھی ان کو متساہل کہا ہے۔ (خیر الکلام ص ۲٤٦)

اور ہم نے اس راوی کی جرح میں ابن حبان کا حوالہ پیش کر دیا ہے کہ "ربما اخطاء" لہٰذا اب ابن حبانؒ کے دونوں قولوں میں تضاد آ گیا ہے لہٰذا زبیر صاحب کے قاعدہ کے مطابق دونوں قول ساقط ہو گئے جس کا اقرار خود زبیر صاحب نے صفحہ ۱۰۸ پر کیا ہے۔

۳۔ امام ترمذیؒ کی تصحیح

زبیر نے امام ترمذیؒ کے حوالہ میں کہا ہے کہ "صح لہ فی سننہ" اور حوالہ (تہذیب التہذیب) کا دیا ہے (ص ۱۰۷) جب کہ تہذیب میں ایسا بالکل نہیں لکھا ہوا اور اگر بالفرض

مان بھی لیں تو بھی امام ترمذیؒ کا حوالہ پیش کرنا بے کار ہے کیوں کہ غیر مقلدین نے محدث مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ ''امام ترمذیؒ کی تحسین پر کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ وہ متساہل تھے''۔(تحفة الاحوذی ج۱ ص۲۰٤، ۲۷٦، ابکار المنن ص۲۰۱)

شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں کہ ''محدثین امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے''

(فتح الملهم ج۲ ص٤۲۰)

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ان کی تصحیح پر اعتراض کیا ہے۔(زاد المعاد ج۱ ص۱۷۳)

۴۔ابو حاتمؒ، ۵۔نسائیؒ، ٦۔اور یحییٰ بن سعیدؒ کی تصحیح

جواب

زبیر صاحب نے ان تینوں ائمہ کے قول کو نقل کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی تا کہ بظاہر تو یہی معلوم ہو کہ یہ حضرات بھی اس کی توثیق و تعدیل کرتے ہیں اسی لیے زبیر علی زئی متعصب نے خود جان کر ان تینوں ائمہ کے جرح والے اقوال نہیں لکھے پھر اگلے صفحہ ۱۰۸ پر صرف اتنا کہہ دیا کہ ''ابو حاتم، نسائی اور یحییٰ بن سعید کی جرح ان کی تعدیل سے متصادم ہے لہٰذا ساقط ہے۔(نور العینین ص۱۰۸)

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ زبیر صاحب نے جس لائن میں جرح کے اقوال نقل کیے ہیں اسی کے سامنے والی لائن جس میں تعدیل کے اقوال نقل ہوتے ہیں اس میں ان تین ائمہ کے اقوال بھی ذکر کر دیتے۔

۷۔حافظ ابن حجرؒ، ۸۔اور امام احمد بن حنبلؒ

جواب

زبیر علی زئی صاحب نے یہاں پر بھی ابن حجرؒ کے حوالے سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کیوں کہ جو قول ابن حجرؒ کا زبیر صاحب نے پیش کیا ہے وہ جرح کا ہے نا کہ تعدیل کا اور ابن حجرؒ اسی قول میں آگے خود فرماتے ہیں کہ ''وربما وهم'' اور (تلخیص

الحبیر ج۱ ص۲۲٤) میں ابن حجرؒ نے خود کہہ دیا ہے کہ "فان فیہ مقالا" اور رہا "صدوق" کا لفظ تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "قلت هو صدوق ولیس بمتقین" (میزان ص٦٥ ج٣) " کہ یہ راوی صدوق ہے لیکن متقین نہیں" اور امام ابوحاتمؒ حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صدوق لا یحتج به.

(تعلیق المغنی ج۳ ص۲٦۹)

کہ یہ راوی صدوق ہے مگر اس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے۔لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ ابن حجر نے اس کی تعدیل نہیں کی لیکن پھر بھی زبیر صاحب نے تعصب کی زد میں آ کر عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ابن حجرؒ کے قول کو تعدیل میں لکھ دیا۔

رہا امام احمد بن حنبلؒ کا ثقہ کہنا تو اس کے بارے میں زبیر صاحب اگلے (ص۱۰۸) پر لکھتے ہیں "اور حافظ ابن حجرؒ کا وہ مقام نہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کی صاف اور واضح توثیق کے مقابلے میں ان کی شاذ بات کو قبول کیا جائے"۔ بھولنے اور خطا کرنے کی بات امام دار قطنیؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے بھی کی ہے ابن حجرؒ اکیلے نہیں ہیں۔ اور زبیر صاحب ابن حجرؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حافظ ربانی ابن حجر العسقلانی (الی) عبدالحی لکھنوی حنفی نے کہا هو امام الحفاظ (غیث الغمام ص۲۸) ابن العماد الحنبلی نے کہا شیخ الاسلام علم الاعلام امیر المؤمنین فی الحدیث حافظ العصر

(نور العینین ص۷۷ طبع دوم")

جب ابن حجرؒ تمہارے مطلب کی بات کہہ رہا ہو تو حافظ ربانی اور شیخ الاسلام بن جائے اور جب تمہارے خلاف بات کر رہا تو اس کا وہ مقام نہیں لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

۹۔علی بن مدینیؒ،۱۰۔عبدالحقؒ،۱۱۔بیہقیؒ کی توثیق

جواب

زبیر علی زئی نے عبدالحمید بن جعفر کی توثیق میں علی بن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ "وکان عندنا ثقة" اور عبدالحق کا حوالہ دیا ہے کہ "ثقة" اور امام بیہقیؒ کا یہ حوالہ پیش کیا کہ "تضعیف الطحاوی مردود" زبیر صاحب نے ان تین ائمہ سے عبدالحمید کی توثیق لکھ کے (تہذیب التہذیب) کا حوالہ دیا ہے جب کہ تہذیب میں عبدالحمید کی ان تین ائمہ سے توثیق بالکل بھی نہیں ہے یہ زبیر صاحب کا خالص دھوکہ ہے اور بددیانتی ہے امام بیہقیؒ کا امام طحاوی کی جرح کو مردود کہنا بلا دلیل ہے اور مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ "امام بیہقیؒ اگر چہ ایک محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا"۔

(تحقیق الامام ج ۲ص ۳۶)

۱۲۔امام مسلمؒ کا حوالہ

جواب

زبیر علی زئی نے امام مسلمؒ کا نام معدل میں لکھ کر تعدیل میں لکھا ہے کہ "احتج به في الصحيح" کہ امام مسلمؒ نے اس سے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے اور حوالہ (تہذیب التہذیب) کا دیا ہے جب کہ تہذیب التہذیب میں ایسا بالکل نہیں لکھا یہ بھی زبیر صاحب کا دھوکہ ہے اور اگر امام مسلمؒ نے اس سے احتجاج کیا بھی ہے تو بھی اس حوالے کی کوئی اہمیت نہیں کیوں کہ زبیر صاحب اور ان کے دیگر علماء نے بھی خود بخاری اور مسلم کے راویوں پر جرح کی ہے۔ دیکھیے: (نور العینین اور توضیح الکلام) وغیرہ۔

۱۳۔امام بوصیریؒ کا ثقہ کہنا

جواب

ان کا حوالہ پیش کرنا بھی فضول ہے کیوں کہ ان پر غیر مقلدین کو خود اعتماد نہیں مثلاً (ابن ماجہ) کی ایک حدیث کے متعلق علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے لیکن شیخ البانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ''مجھے اس میں توقف ہے'' (تحقیق المشکاۃ ج۱ ص۲۵۲)

۱۴۔امام حاکمؒ کی تصحیح

جواب

زبیر صاحب کیلئے امام حاکم سے تصحیح فضول ہے۔ اور ان کی تصحیح قابل قبول نہیں کیوں کہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ''امام حاکم مستدرک میں موضوع اور جعلی حدیثوں تک کی تصحیح کر جاتے ہیں'' (تذکرۃ ج۳ ص۲۳۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''امام حاکمؒ موضوع اور جعلی حدیثوں کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں'' (کتاب التوسل ص۱۰۱)

علامہ ابن وحیہؒ کہتے ہیں کہ ''امام حاکم کثیر الغلط تھے ان کے قول سے گریز کرنا چاہیے''
(مقدمۃ ذیلعی ص۱۱)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ تصحیح حاکم پیش علماء حدیث بدون شہادت دیگر ائمہ فن لیس بشی ءاست (دلیل الطالب ص۶۱۸)

مبارک پوری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ امام حاکم کی تصحیح میں کلام ہے۔
(ابکار المنن ص۶٤)

۱۵۔امام ابن تیمیہؒ، ۱۶۔امام قیمؒ، ۱۷اور امام بخاریؒ کا حوالہ

جواب

متعصب علی زئی صاحب نے ان تین ائمہ کا نام ذکر کیا ہے اور کسی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں

دیا۔ یہ زبیر علی زئی صاحب کا خالص دھوکہ ہے جب کہ ہم نے پہلے ابن قیمؒ کے حوالے سے عبدالحمید پر جرح نقل کر دی ہے اور امام بخاریؒ کا بھی کوئی حوالہ نہیں دیا اور اگر واقعی عبدالحمید بن جعفر ثقہ ہے تو امام بخاریؒ نے باوجود اشد ضرورت کے صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیوں نہیں کیا بلکہ امام ذہبیؒ تو لکھتے ہیں کہ "احتج بہ الجماعۃ سوی البخاری" (سیر الاعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۰) اس حوالے سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے عبدالحمید بن جعفر سے احتجاج نہیں کیا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ سب زبیر علی زئی کا دھوکہ ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کا ایک دھوکہ

زبیر علی زئی نے (۱۰۸) پر عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں لکھا ہے کہ "اسی لیے حافظ ذہبی لکھتے ہیں "احتج به الجماعة وهو حسن الحديث" اور حوالہ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۲) کا دیا ہے۔ زبیر صاحب نے یہ عبارت ادھوری نقل کی ہے جب کہ مکمل عبارت یہ ہے "احتج به الجماعة سوى البخاري، وهو حسن الحديث"

(سیر اعلام النبلاء ج۷ ص۲۰)

یہ بات زبیر علی زئی صاحب کی شان کے لائق نہیں کہ وہ عبارت میں کمی بیشی اور تحریف کریں اور لوگوں کو دھوکہ دیں۔

باقی ابن عدیؒ، ابن سعدؒ، ساجیؒ، ابن نمیرؒ وغیرہ کی توثیق امام نسائیؒ، ابو حاتمؒ، ابن حجرؒ، ابن جوزیؒ، ابن منذرؒ، علامہ عینیؒ وغیرہم کی جرح کے مقابلے میں مردود اور غیر مقبول ہیں۔

قاعدہ

محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"اور یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کسی راوی سے کسی محدث کا روایت کرنا اس کی توثیق کی دلیل نہیں کیونکہ بڑے بڑے کذاب اور دجال راوی بھی ہوئے ہیں جن سے بعض محدثین کرامؒ نے روایتیں کی ہیں اور کتب اسماء الرجال میں اس کی بے شمار نظیریں موجود

ہیں''(اخفاء الذکر ص ۱۸)

لہٰذا اگر عبدالحمید بن جعفر سخت قسم کے ضعیف اور بدعتی قدری راوی سے کسی محدث نے استدلال کیا ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ یہ ثقہ ہی ہے۔

اسی کی غلطی سے اس روایت میں رفع یدین کے الفاظ کا اضافہ ہوا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں بالکل یہی حدیث بخاری شریف میں بھی ہے اور اس میں عبدالحمید بن جعفر نہیں ہے۔ اور اس میں رفع الیدین کا ذکر تک نہیں ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن خالد بن سعيد عن محمد بن عمرو بن حلحلة عن محمد بن عمرو بن عطاء ح قال و حدثني الليث عن يزيد بن أبي حبيب ويزيد بن محمد عن محمد بن عمرو بن حلحلة عن محمد بن عمرو بن عطاء. أنه كان جاليسا مع نفر من اصحاب النبي ﷺ فذكرنا صلاة النبي ﷺ فقال ابو حميد الساعدى أنا كنت أحفظكم لصلاة رسول الله ﷺ رأيته إذا كبر جعل يديه حذاء منكبيه وإذا ركع أمكن يديه من ركبتيه ثم مصر ظهره فإذا رفع رأسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه، فإذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما واستبقل بأطراف أصابع رجليه القبلة، فإذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى وإذا جلس في الركعة الاخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته الخ.

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کئی اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے پھر نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر آیا تو ابو حمید ساعدیؓ نے کہا میں تم سب میں نبی کریم ﷺ کی نماز کو خوب یاد رکھنے والا ہوں میں نے دیکھا آپ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے

کھڑے ہو جاتے آپ ﷺ کی پیٹھ کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آ جاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے جب دو رکعت پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھتے جب اخیر رکعت پڑھ چکتے بایاں پاؤں آگے کرتے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھتے اور سرین کے بل بیٹھتے۔ (بخاری شریف ص ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ رفع الیدین کا بیان بخاری میں اس لیے نہیں ہے کہ وہاں عبدالحمید بن جعفر راوی نہیں ہے اور چونکہ ابوداؤد میں عبدالحمید ہے اس لیے اس کی خطاء سے رفع الیدین کا ضافہ ہوگیا اگر رفع الیدین کا ذکر صحیح ہوتا تو امام بخاری اسے صحیح البخاری میں بیان کرنے سے ہرگز نہ چوکتے۔

جواب نمبر۲

یہ حدیث منقطع ہے کیوں کہ اس حدیث کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء کہتا ہے کہ

"سمعت ابا حميد الساعدی فی عشرة من اصحاب رسول الله ﷺ منهم ابو قتادة" (ابوداؤد ص ۱۰۶)

"کہ میں نے حضرت ابوحمید الساعدیؓ سے یہ حدیث سنی جب کہ وہ دس صحابہ کی مجلس میں تھے ان دس میں حضرت ابوقتادہؓ بھی موجود تھے۔"

جب کہ اصل بات یہ ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء کی حضرت ابوقتادہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے اس لیے کہ حضرت ابوقتادہؓ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئے اور حضرت علیؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور حضرت علیؓ ۴۰ھ میں شہید ہوئے اور محمد بن عمرو بن عطاء کی کل عمر ۸۳ سال ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۷۴)

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "مات فی حدود العشرين"

(تقریب ص ۳۱۲)

"کہ محمد بن عمرو بن عطاء تقریباً ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے ہیں"

اورعلامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ

''ومحمد بن عمرو بن عطاء توفی فی خلافة ولید بن یزید بن عبد الملك و كانت خلافته في سنة خمس و عشرين و مائة''

(البنايه ج١ ص٦٦٧)

''اور محمد بن عمرو بن عطاء ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے ہیں اور ولید کی حکومت ۱۲۵ھ میں شروع ہوئی تھی۔''

اس سے معلوم ہوا ہے کہ محمد بن عمرو کی عمر ۸۳ سال ہے اور یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۴۲ھ یا ۴۳ھ میں اس کی ولادت ہوئی اسی لیے

۱۔ محدث ابن قطانؒ فرماتے ہیں کہ

''ما ملخصه فيجب الثبت في قوله فيهم ابو قتادة فان ابا قتادة قتل مع علي وهو صلى عليه وهذا هو الصحيح وقتل علي سنة اربعين و محمد بن عمرو لم يدرك ذلك وقيل توفي ابو قتادة سنة اربع و خمسين وليس بصحيح.

یعنی کہ جو لوگ عبدالحمید بن جعفر کی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ حضرت ابوقتادہ بھی اس مجلس میں تھے (حالانکہ وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے) کیوں کہ حضرت ابوقتادہؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی اور یہی صحیح بات ہے اور حضرت علیؓ ۴۰ھ میں شہید ہوئے ہیں اور محمد بن عمرو اس زمانے کو نہیں پا سکے اور کہا گیا ہے کہ ابوقتادہؓ ۵۴ھ میں فوت ہوئے لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (الجوہر النقی ج۲ ص۱۲۸)

۲۔ محدث بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ

''ونبأنا الهيثم بن عدی قال توفي ابو قتادة بالكوفة وعلي بها وهو صلى عليه''

کہ ہمیں ہیثم بن عدی نے خبر دی کہ حضرت ابوقتادہ کوفہ میں فوت ہوئے ہیں اور حضرت

علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ (تاریخ بغداد ج۱ ص ۱۲۸)

یہ ہیثم بن عدی محدث ابن سعد کا استاذ ہے اور واقدی کی طرح کذاب ہے لیکن ابن سعد نے اس بات میں ہیثم بن عدی کی بات کا اعتبار کیا ہے۔ واقدی کا اعتبار نہیں کیا امام بخاری کے استاذ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ

"هو اوثق من الواقدی" (میزان ج٤ ص٣٢٤)

یہ واقدی سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔

۳۔ خطیب بغدادیؒ اپنی سند سے بیان فرماتے ہیں کہ

"ان علیا صلی علی الی قتادة فکبر علیه سبعا وکان بدریا."

(تاریخ بغداد ج١ ص١٢٨)

کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو قتادہؓ پر نماز جنازہ سات تکبیریں ادا کر کے پڑھایا اور حضرت ابو قتادہؓ بدری تھے۔

۴۔ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ

"اخبرنا ابن رزق انبانا عثمان بن احمد نا حنبل بن اسحاق قال و بلغنی توفی ابو قتادة الحارث بن ربعی سنة عثمان و ثلاثین فی خلافة علی وصلی علیه علی بالکوفة. (تاریخ بغداد ج١ ص١٢٨)

ہمیں ابن رزق نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عثمان بن احمد نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حنبل بن اسحاق نے بتایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے حضرت ابو قتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے حضرت علیؓ کی خلافت میں اور حضرت علیؓ نے کوفہ میں اس کا جنازہ پڑھایا ہے۔

یہ حنبل بن اسحاق متوفی (۲۷۳ھ) امام بغویؒ اور محدث ابن صاعد کے استاذ ہیں ثقہ اور ثبت اور صدوق ہیں۔

(المنتظم لابن الجوزی ج٥ ص٨٩ بحواله نور الصباح حصه دوم ص ١٤٦)

۵۔ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

"ایضًا فانما ذکر ابا قتادة عبدالحمید بن جعفر ولعله وهمه فیه."

(محلی ج٤ ص١٢٨)

اس روایت میں ابوقتادہؓ کا ذکر صرف عبدالحمید بن جعفر کرتا ہے اور شاید یہ اس کا وہم ہے۔

٦۔ ابن عبدالبرؒ بھی فرماتے ہیں کہ

"روی من وجوه عن موسیٰ بن عبدالله بن یزید الانصاری وعن الشعبی انهما قالا صلی علیؓ علیٰ ابی قتادة وکبر علیه سبعا قال الشعبی وکان بدریا" (استیعاب ج٢ ص٧٠٥)

کہ متعدد سندوں سے حضرت موسیٰ بن عبداللہ الانصاری اور امام شعبی سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوقتادہ کی نماز جنازہ سات تکبیروں سے پڑھائی اور شعبی کہتے ہیں کہ ابوقتادہ بدری تھے۔

٧۔ حضرت حسن بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ

"ومات ابو قتادة سنة اربعین وشهد ابو قتادة مع علی شاهده کلها فی خلافته." (استیعاب)

حضرت ابوقتادہ ۴۰ھ میں فوت ہوئے ہیں اور حضرت علیؓ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے جو حضرت علی کی خلافت میں واقع ہوئی تھیں۔

٨۔ قاضی شوکانی بھی حضرت ابوقتادہؓ کی سن وفات کے بارے میں بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ

"وقد اجیب عن هذا انه صحیح موته فی خلافة علی فلعل من ذکر مقدار عمر محمد او وقت وفاته وهمه."

(نیل الاوطار ج٢ ص١٨٥، بحوالة نور الصباح ج٢ ص١٤٨)

اور بے شک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی وفات صحیح روایت کے مطابق

حضرت علی کی خلافت میں ہی ہوئی ہے پس شاید محمد بن عمرو کی کل عمر بتانے میں یا ان کے وقت وفات بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہو۔

۹۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں کہ

ابو قتادہ انصاری اسلمیؓ سب کا اتفاق ہے کہ امیر المؤمنین علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی نماز جنازہ میں سات یا چھ تکبیریں ادا کی تھیں اہل بدر کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جایا کرتی تھی۔ (الی) ۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔

(اصحاب بدر ص ۱۳۸ بحوالہ نور الصباح ج ۲ ص ۱۴۸)

۱۰۔ حافظ ابن حجرؒ امام بیہقیؒ کو حضرت ابو قتادہ کی سن وفات کے بارے میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"قد قيل ان ابا قتادة قد مات في خلافة علي وهذا هو الراجح"

(تلخيص الحبير ج۲ ص۱۲۰)

کہا گیا ہے کہ بے شک حضرت ابو قتادہؓ حضرت علیؓ کی خلافت میں فوت ہوئے ہیں اور یہی بات راجح اور درست ہے۔

۱۱۔ امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں

"حدثنا عبدالله بن نمير و وكيع قالا حدثنا اسماعيل بن ابي خالد عن موسى بن عبد الله بن يزيد قال صلى عليٌّ على ابي قتادة فكبر عليه سبعًا.

(ابن ابي شيبة ج۳ ص۳۰۴ بحوالة نور الصباح ج۲ ص۱٦۹)

کہ حضرت علیؓ نے ابو قتادہ کی نماز جنازہ پڑھائی پس اس پر سات تکبیریں ادا کیں۔

امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں

"قال ابي فصار الحديث مرسلا."

(علل الحديث لابن ابي حاتم ج۱ ص۱٦۳ بحوالة نور الصباح ج۲ ص۱٦٦)

کہ میرے ابا امام ابو حاتم فرماتے ہیں پس یہ حدیث مرسل ہے۔

۱۲۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں

حدثنا یزید قال ثنا یحییٰ قال ثنا اسماعیل قال ثنا موسیٰ بن عبد اللہ ان علیًا صلی علی ابن قتادة فکبر علیه سبعًا. الخ

(طحاوی ج۱ ص۳۲۳، کتاب جنائز بحوالہ نور الصباح ج۲ ص۱۴۹)

۱۳۔ شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب صاحب مشکوٰۃؒ فرماتے ہیں:

وقیل بل مات فی خلافة علی بالکوفة.

(اکمال فی اسماء الرجال ص٦١٤ ملحق بمشکوٰۃ)

اور کہا گیا ہے کہ بلکہ آپ کوفہ میں حضرت علیؓ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

اعتراض

جناب زبیر علی زئی نے حضرت ابو قتادہؓ کا سن وفات ۵۴ھ ثابت کرنے کے لیے چند دلیلیں دی ہیں اور ان دلائل کو بہت فخر کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور وہ دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱

اس دلیل کو زبیر صاحب نے "ایک زبردست دلیل" کا نام دیا ہے۔ (ص۱۱۳) اور (۲۵۹) پر "ایک عظیم الشان دلیل" کا نام دیا ہے۔

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا انتقال ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ میں) ہوا۔

(التاریخ صغیر للبخاری ج۱ ص١٦٥. ١٦٨)

نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم کا جنازہ پڑھایا گیا تو لوگوں میں ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہؓ بھی موجود تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/ ٤٦٥ ح٦٣٣٧، سنن نسائی ٤/ ٧١ ح١٩٧٨ واسنادہ صحیح، نور العینین ص۱۱۳)

جواب

ام کلثوم اوران کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب کا جنازہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پڑھایایا سعید بن العاص نے یہ روایت اضطراب کا شکار ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

واخرج ابن سعد بسند صحيح ان ابن عمر صلى على ام كلثوم وابنها زيد فجعله مما يليه وكبر اربعًا.

(الاصابه حرف الكاف القسم ثانی ج۸ ص۲۷۶)

ابن سعدؒ نے سند صحیح کے ساتھ اخراج کیا ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ام کلثوم اوراس کے بیٹے کا جنازہ پڑھایا اوراس کو اپنے قریب کیا اور چار تکبیریں نماز جنازہ میں کہیں۔

(طبقات ابن سعد ج۸ ص۳۴۰ میں روایت ہے اور یہ روایت عبدالرزاق ج۳ ص۴۶۵ میں بھی ہے)

اور التاریخ الصغیر ص۵۵ میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کو جنازہ کے لیے آگے کیا اوراس کے پیچھے حسنؓ اور حسینؓ اور محمد بن الحنفیہؒ وعبداللہ بن جعفرؒ تھے اس میں ابوقتادہؓ کا ذکر نہیں ہے۔

اور سنن نسائی اور عبدالرزاق میں ہے کہ امام سعید بن العاص تھا۔ اوراس روایت میں ہے **عن ابن جريج قال سمعت نافعا يزعم.** کہ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ سے سناوہ گمان کرتا تھا۔

یہ نافع کا گمان ہے یقین نہیں ہے۔ (عبدالرزاق ج۳ ص۳۶۵، نسائی ج۱ ص۲۸۰)

کہ اس جنازہ میں ابوقتادہ بھی تھا۔

ابوقتادہ کون ساتھا۔ ابوقتادہ الحارث بن ربعی الانصاری کے نام کی تصریح تو نہیں کہ درج بالا روایت نص قاطع بن جائے۔

ہاں ابوقتادہ العدوی ہوسکتے ہیں

چنانچہ مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: جب کہ ابوقتادہ بالاتفاق ثقہ ہیں اور بعض نے تو انہیں صحابی بھی کہا ہے۔

(تهذيب التهذيب ج۱۲ ص۲۰۵، توضيح الكلام ج۱ ص۵۱۹ بحواله نور الصباح ج۲ ص۲۶۶)

دلیل نمبر۲

اس دلیل کو زبیر صاحب نے ''ایک اور دندان شکن دلیل'' کا نام دیا ہے۔

(نور العينين ص۲٦۰)

وہ ہے کہ ''نافع کہتے ہیں کہ ''فنظرت الى ابن عباس و ابى هريرة وابى سعيد وابى قتادة فقلت: ما هذا؟ قالوا هى السنة'' پس میں نے ابن عباس، ابوہریرہ، ابو سعید اور ابوقتادہؓ کی طرف دیکھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ سنت ہے۔

(سنن نسائى ٤/۷۱، ۷۲ ح۱۹۸۰ وسنده صحيح، نور العينين ص۲٦۱)

جواب

یہ روایت ام کلثوم والی روایت کا ایک حصہ ہے جس کو زبیر علی زئی صاحب نے ایک الگ دلیل بنا کر پیش کیا ہے لہٰذا اس کے جواب کے لیے بھی ام کلثوم والی روایت کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر۳

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے حضرت قتادہؓ کے بارے میں ایک دلیل اور دی ہے بخاری شریف میں سے کہ

''صحیح بخاری میں ہے ''عن محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالسا فى نفر من اصحاب رسول الله ﷺ فذكرنا صلاة النبى ﷺ فقال ابو حميد الساعدى''

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے (محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا) پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو (سیدنا ابو حمید الساعدیؓ) نے فرمایا۔

(کتاب الاذان باب سنة الجلوس فی التشهد ح۸۲۸، نور العینین ص۲۶۲)

جواب

زبیر علی زئی صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا بے کار ہے۔ کیوں کہ اس میں حضرت قتادہ کا کوئی ذکر نہیں اور پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت قتادہ کا ذکر عبدالحمید بن جعفر (بدعتی قدری) کا وہم اور غلطی ہے۔

دلیل نمبر۴

زبیر علی زئی صاحب نے ایک اور دلیل لکھی اس میں زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ

''محمد بن عمرو عطاء کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسحاق (ابن یسار) نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی (ثقہ) تقریب التہذیب ۳۱۷۰) سے نقل کیا ہے کہ

''کنت بالسوق مع ابی قتادة ابی اسید وابی حمید کلهم یقول: انا اعلمکم بصلاة رسول الله ﷺ فقالوا لاحدهم، صل. الخ

میں (سیدنا) ابوقتادہ (سیدنا) ابواسید اور (سیدنا) ابوحمید کے ساتھ بازار میں تھا۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں تو انہوں نے ایک کو کہا تو نماز پڑھ۔ الخ

(جزء رفع الیدین بتحقیقی: ٦ وصحیح ابن خزیمة: ٦٨١ واتحاف المهرة باطراف العشرة ج١٤ ص٨٤ ح١٧٤٥٠، نور العینین ص٢٦٣)

جواب نمبر۱

• زبیر علی زئی صاحب کا اس روایت سے استدلال درست نہیں کیوں کہ اس روایت میں محمد بن اسحاق ضعیف راوی ہے۔ اس کو درج ذیل ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

(۱)......امام نسائیؒ (ضعفاء صغیر ص۵۲)

(۲)......ابو حاتمؒ (کتاب العلل ج۱ ص۴۳٤)

(۳)......ابن نمیرؒ (بغدادی ج۱ ص۲۲۷)

(۴)......سلیمان تیمیؒ (میزان ج۳ ص۲۱)

(۵)......ہشام بن عروہؒ (ایضًا)

(۶)......یحییٰ قطانؒ (ایضًا)

(۷)......دار قطنیؒ (بغدادی ج۱ ص۲۲۷)

(۸)......وہیب بن خالدؒ (تهذیب التهذیب ج۹ ص٤٥)

(۹)......امام مالکؒ (ایضًا ج۹ ص٤١)

(۱۰)......ابو زرعہؒ (توجيه النظر ص۲۸۰)

(۱۱)......علامہ ماردینیؒ (الجوهر النقي ج۱ ص۱۵۵)

(۱۲)......امام احمد بن حنبلؒ (بغدادی ج۱ ص۲۳۰)

(۱۳)......ابن معینؒ (بغدادی ج۱ ص۲۳۱)

(۱۴)......علی بن المدینیؒ (تهذيب ج۹ ص٤٥)

(۱۵)......امام ترمذیؒ (کتاب العلل ج۲ ص۲۳۷)

(۱۶)......امام نوویؒ (مقدمه نووی ص١٦)

یہ تمام حوالہ احسن الکلام سے لیے گئے ہیں۔ (ج۲ ص۷۸ تا ۷۹)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ نے محمد بن اسحاق پر کلام کیا ہے فی الحال انہی پر اکتفا

کریں۔ زبیر علی زئی صاحب نے محمد بن اسحاق کی توثیق کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ کوشش ناکام ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی حدیث کا جواب نمبر۳

حضرت ابوحمیدؓ کا یہ کہنا میں تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جانتا ہوں اور صحابہؓ کا جواباً یہ کہنا کہ تم نہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو اور نہ ہم سے پہلے مسلمان ہوئے ہو۔ یہ بات درست نظر نہیں آتی کیوں کہ ابوحمیدؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان دس میں سے ابو اسید الساعدی اور محمد بن مسلمہ اور حضرت ابو ہریرہ اور سہل بن سعد الساعدیؓ بھی تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوحمید الساعدیؓ جنگِ اُحد اور اس کے بعد دوسری اسلامی جنگوں میں آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے جب کہ حضرت ابو ہریرہؓ ۷ ہجری میں اسلام لائے اور سہل بن سعد الساعدیؓ کسی جنگ میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ کیوں کہ یہ صغار صحابہ میں سے ہیں لہٰذا حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سہلؓ کس طرح حضرت ابوحمید کو کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہم سے پہلے اسلام نہیں لائے اور نہ آپ ﷺ سے زیادہ صحبت اختیار کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے یہ جھوٹی بات اس روایت میں آ گئی ہے ورنہ صحابہ کرامؓ سب عدول اور سچے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے سچے ہونے کی گواہی خود قرآن مجید میں موجود ہے لہٰذا یہ روایت قطعاً غلط ہے۔ (بحوالہ نور الصباح ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی حدیث کا جواب نمبر۴

اس روایت کی سند میں اضطراب ہے وہ یہ ہے کہ

۱۔ محمد بن عمرو بن عطاء کبھی خود حضرت ابوحمیدؓ سے روایت کرتا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

۲۔ اور کبھی کہتا ہے کہ اخبرنی مالک عن عیاش او عباس بن سہل۔ (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۰۱)

یعنی کہ حضرت ابوحمیدؓ اور اپنے درمیان دو راویوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ سند صحیح نہیں

ضعیف ہے جیسا کہ خود زبیر صاحب نے لکھ دیا۔

۳۔اور کبھی کہتے ہیں کہ عن عباس بن سہل عن ابی حمید۔(بیہقی ج ۲ ص ۱۱۸)

یعنی اپنے اور حضرت ابوحمید الساعدی کے درمیان ایک واسطہ لے کر آئے ہیں جب کہ اسے پہلی والی سند میں دو واسطے ہیں اور اسے پہلے والی میں کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس روایت کی سند بھی صحیح نہیں ہے اس کی سند میں عیسٰی بن عبداللہ بن مالک مجہول ہے۔

۴۔اور (ابوداؤد) میں جو روایت ہے اس میں بھی پہلی والی روایت کی طرح محمد بن عمرو بن عطاء خود ابوحمید الساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں۔

لیکن یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف کمزور، بدعتی، قدری راوی ہے۔جس پر مفسر جرح پہلے گذر چکی ہے۔

یہ ہے اس روایت کا اضطراب اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(تقریب النووی، مقدمہ ابن صلاح، دلیل الطالب) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

لہٰذا ان تمام روایتوں میں سب سے صحیح ترین روایت بخاری والی روایت ہے۔جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کے کہیں بھی الفاظ نہیں ہیں اور اب اسی پر عمل درست ہوگا ان شاء اللہ۔

اعتراض

زبیر علی زئی نے (ص ۲۶۸) میں ''امام محمد بن یحیٰی الذیلی کا اعلان'' کی ہیڈنگ ڈال کر حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی ایک اور حدیث ''فلیح بن سلیمان: حدثنی العباس بن سهل الساعدی'' کی سند سے پیش کی ہے۔(ابن ماجہ ص ۶۲) کے حوالے سے اور پھر لکھا ہے کہ ''اس حدیث میں شروع نماز رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کا اثبات ہے''۔(نور العینین ص ۲۶۸)

جواب

زبیر صاحب کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔کیوں کہ اس کی سند میں فلیح بن

سلیمان ہے۔ جو کہ سخت ضعیف راوی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

فلیح بن سلیمان کا تعارف

۱۔امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ''لیس بل لقوی'' (کتاب الضعفاء ص۲۲۶)

۲۔امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں'' قوی نہیں ہے اسکی روایت کو حجت نہ بنایا جائے قابل اعتماد نہیں''

(الجرح والتعدیل ۷ الجزء قسم۲ ج ۳ ص ۸۵ و میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۵)

۳۔امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ '' قوی نہیں ہے''(میزان ج ۳ ص ۳۶۵)

۴۔محدث ابو کاملؒ فرماتے ہیں کہ '' تین آدمیوں کی حدیث سے پرہیز کیا جائے ان میں ایک فلیح بن سلیمان ہے'' (میزان ج ۳ ص ۳۶۵)

۵۔امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ'' اسکی حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے''

(میزان ج ۳ ص ۳۶۶)

۶۔امام حاکم ابواحمدؒ فرماتے ہیں کہ '' لیس با لمتین''

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۰۴)

۷۔علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ ''کان فلیح و اخو ہ عبد الحمید ضعیفین''(ایضا)

۸۔امام ساجیؒ فرماتے ہیں کہ ''ھو من اھل الصدق و یھم''(ایضا)

۹۔محدث رملیؒ فرماتے ہیں کہ'' عن ابی داؤد لیس بشی ''(ایضا)

۱۰۔امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ'' صدوق کثیر الخطاء ''(تقریب ص ۲۷۷)

اس تفصیل میں واضح ہوگیا کہ فلیح بن سلیمان سخت ضعیف ہے۔

حضرت امام بخاریؒ پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے کہ فلیح بن سلیمان اس درجہ کا راوی نہیں تھا کہ وہ صحیح بخاری کی زینت بنتا اس لیے حافظ ابن حجرؒ جواب میں لکھتے ہیں کہ

قلت لم یعتمد علیه البخاری اعتماده علی مالك وابن عیینة واضرا بهما

وانما اخرج له احاديث اكثرها في المناقب وبعضها في الرقاق.

(مقدمة فتح البارى ص٦٠٨)

یعنی کہ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ کا فلیح پر اعتماد ایسا نہیں جیسا کہ امام مالک و سفیان بن عیینہ وغیرہما پر ہے صرف چند حدیثیں صحیح بخاری میں اس کی ذکر کی ہیں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض دل کو نرم کرنے والی چیزوں کے بیان کی ہیں۔

دوسرا راوی

اس میں ایک راوی ہے جس کا نام محمد بن مسلمہ ہے یہ بدری صحابی ہیں اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مات بعد الاربعین۔ (تقریب ص۳۶۹) یعنی کہ یہ ۴۰ھ کے بعد فوت ہوئے ہیں اور (قرۃ العینین ص۵۲، والرسائل طبع اول ص۳۸۲) میں ان کی وفات ۴۳ھ لکھی ہے جب کہ اس کے مقابلے میں محمد بن عمرو بن عطا ۴۲ھ یا ۴۳ھ میں پیدا ہوئے اور زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ ''سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے بعض نے ۴۳ھ اور بعض نے ۴۶ھ اور ۴۷ھ کہا ہے۔ دیکھیے تہذیب الکمال (۱۷۔۲۴۰) آپ کی صحیح وفات نامعلوم ہے'' (نور العینین ص۲۶۹)

جواب

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ محمد بن مسلمہؓ ۴۶ھ یا ۴۷ھ میں فوت ہوئے ہیں تو بھی محمد بن عمرو بن عطاء ۴۳ھ میں پیدا ہونے کی وجہ سے محمد بن مسلمہؓ کی وفات تک تین یا چار سال تک کے ہوں گے۔ اور حدیث کو سننے کے لیے کم از کم چھ سال کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے لہٰذا یہ روایت بالکل بے بنیاد ہے اور محمد بن عمرو بن عطاء کی صحیح روایت وہ ہے جو بخاری شریف (ص۱۱۴) میں ہے اس میں رفع الیدین صرف عند الافتتاح ہے۔

جواب نمبر۵

اس کے متن میں بھی اضطراب ہے وہ یہ ہے کہ

۱۔ بخاری شریف میں جو حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث ہے اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

۲۔ ابو داؤد میں جو حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث ہے عبدالحمید بن جعفر کے طریق سے اس میں شروع نماز میں رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور اذا قـامـه مـن الر کعتین یعنی دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۶)

۳۔ اور مسند احمد میں حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی روایت ہے وہ بھی عبدالحمید بن جعفر کے طریق سے ہے اس میں اذا قام من الرکعتین کے بجائے اذا قامہ من السجدتین ہے یعنی جب دو سجدوں سے اٹھتے نہ کہ دو رکعتوں سے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۵۸۹، رقم: ۲۳۰۸۸)

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے اور مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے جو کہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے اس کے حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۶

رکعتین یا سجدتین

جزء الرفع الیدین میں جو حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی رفع الیدین والی حدیث ہے اس میں اذا قامہ من الرکعتین ہے جب کہ امام بخاریؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے (مسند احمد ج ۶ ص ۵۸۹) پر اذا قامہ من السجدتین روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ کے شاگرد امام ترمذیؒ نے بھی (ترمذی ج ۱ ص ۶۷) پر اذا قام من السجدتین ہی روایت کیا ہے معلوم ہوا کہ سجدتین کو رکعتین سے بدل دیا ہے البتہ اسی رسالہ جزء الرفع الیدین میں (ص ۹۷ رقم ۱۰۲ ترجمہ خالد گرجاکھی) میں سجدتین ہے۔

فریق مخالف کی چھٹی دلیل

حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا جواب

سليمان بن داؤد الهاشمي اخبرنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبدالله بن الفضل الهاشمي، اخبرنا عبدالرحمن الاعرج، عن عبيد الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن النبی ﷺ انه كان اذا قام الى الصلاة المكتوبة كبر ورفع يديه حذو منكبيه ويضع مثل ذلك إذا قضى قراته وأراد أن يركع ويصنعه إذا رفع من الركوع ولايرفع يديه في شيء من صلاته وهو قاعد وإذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك و كبر.

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز (ادا کرنے) کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور قرأت ختم کر کے رکوع جاتے ہوئے بھی اسی طرح کرتے اور رکوع سے اٹھ کر بھی اسی طرح کرتے اور بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی جگہ رفع الیدین نہ کرتے اور جب سجدتین (رکعتین/ دو رکعتیں) پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے تھے۔

(صحيح ابن خزيمة ۲۹٤/۱، ۲۹۵ ح۵۸٤، واللفظ له، صحيح ابن حبان كما في العمدة للعينی ۵/ ۲۷۷. وسنن الترمذی ۴۸۷/۵، ٤۸۸ ح۳٤۲۳، وقال هذا حديث صحيح حسن الخ بحواله نور العينين ص۱۱۵ ترجمه حافظ زبير علی زئی)

جواب نمبر ۱:

یہ حدیث حضرت علیؓ سے ہے، علی زئی صاحب نے اس دلیل کو نقل کر کے "سند کی تحقیق" کی ہیڈنگ ڈال کر کہا ہے کہ "اس سند کے سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن ابی زناد کے وہ مختلف فیہ ہیں، ابن معین اور ابو حاتم وغیرہما نے انہیں

ضعیف قرار دیا ہے مالک، ترمذی اور العجلی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔" (نور العینین ص ۱۱۵)

زبیر علی زئی نے یہاں پر جھوٹ بولا ہے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کو صرف ابن معین اور ابو حاتم نے ضعیف نہیں کہا بلکہ بہت سے ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور وہ جمہور کے نزدیک "ثقہ وصدوق" نہیں بلکہ سخت قسم کے ضعیف ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی زناد کا تعارف

۱۔امام ھیثمیؒ فرماتے ہیں کہ "عبد الرحمن بن ابی الزناد وھو ضعیف"

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۸، ۱۳۱، ۵۲، ۱۱۵)

۲۔امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ "ضعیف" (ضعفاء ومتروکین ص ۲۰۷)

۳۔امام یحییٰ بن معینؒ "ضعیف لیس بشئی لا یحتج بہ" (میزان ج ۲ ص ۵۷۵)

۴۔امام مالکؒ : اس راوی پر امام مالکؒ نے اپنے والد سے کتاب السبعۃ الفقہا روایت کرنے پر تنقید کی ہے۔ اور اسے ضعیف بھی کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۲ مترجم)

۵۔امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ "مضطرب الحدیث ضعیف" (میزان ج ۲)

۶۔امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ "ضعیف لا یحتج بہ لیس بشئی"

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

۷۔امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں "کان عند اصحابنا ضعیفا"

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۶۰)

۸۔امام عبدالرحمن بن مہدیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور اسکی تمام حدیثوں پر قلم پھیر دیا (تذکرۃ الحفاظ، تاریخ بغداد، تہذیب التہذیب)

۹۔امام حاکم ابو احمدؒ فرماتے ہیں کہ "لیس بالحافظ عند ھم"

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۳)

۱۰۔امام ابن سعدؒ فرماتے کہ "و کان یضعف لروایته عن ابیه" (تاریخ بغداد ج ۸)

۱۱۔محدث صالح بن محمد جزرہ فرماتے ہیں کہ "قد روی عن ابیه اشیاء لم یروہ غیرہ" (تذکرۃ الحفاظ)

۱۲۔امام ابوجعفر عمرو بن علیؒ فرماتے ہیں کہ "فیہ ضعیف" (تاریخ بغداد ج ۸)

۱۳۔امام ساجیؒ بھی یہی فرماتے ہیں (ایضا)

۱۴۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی زناد ضعیف ہے اور رفع یدین کے یہ الفاظ اس کے سوا کسی اور راوی نے نقل نہیں کئے۔ (شرح معانی الاثار)

۱۵۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "صدوق تغیر حفظه لما قدم بغداد" (تقریب)

۱۶۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "زیادہ قوی نہیں ہے" (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۰۲ مترجم)

۱۷۔امام فلاسؒ فرماتے ہیں کہ "فیه ضعیف" (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۴۵۹)

۱۸۔امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ "و کان ذلك من سوء حفظه و کثرة خطئه فلا یجوز الاحتجاج بخبره اذا انفرد" (کتاب المجروحین ج۲ ص ۵٦)

عبدالرحمٰن بن ابن ابی زناد کی تعدیل کے حوالے

۱۔امام مالکؒ نے "ثقة" کہا ہے۔

۲۔امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ "هو ممن یکتب حدیثه"۔

۳۔امام نسائیؒ نے ان سے حجت پکڑی ہے۔

۴۔امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ "آپ مفتی بھی تھے اور فقیہ بھی تھے"

۵۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "حدیثه من قبیل الحسن هو حسن الحدیث و بعضهم یراہ حجة"۔

یہ ہے ابن ابی زناد کا تعارف جس کو زبیر صاحب نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا اور تعدیل میں جو حوالہ پیش کیے گئے ہیں ان میں امام امالک کا اس کو ثقہ کہنا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہے کیوں کہ جرح میں بھی امام مالک کا قول نقل کیا گیا ہے لہٰذا زبیر علی زئی کے

قاعدے کے مطابق دونوں قولوں میں تعارض آ گیا ہے لہٰذا دونوں ساقط ہو گئے۔ اور امام نسائی کا بھی حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیوں کہ امام نسائی نے خود ابن ابی زناد کو اپنی کتاب میں ضعیف کہا ہے۔

(ضعفاء و متروکین ص ۲۰۷)

اور ابن سعد سے جو تعدیل ہے یہ بھی صحیح نہیں کیوں کہ جرح میں ہم نے لکھ دیا ہے کہ ابن سعد اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ **"وکان یضعف لروایته عن ابیه"** اور حافظ ذہبی سے جو اس کی تعدیل ہے یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

کیونکہ حافظ ذہبی نے خود (**تذکرۃ الحفاظ ص ۲۰۲ مترجم ج۱**) میں نے کہا ہے کہ "زیادہ قوی نہیں تھے" اور امام عدی کا **ھو ممن یکتب حدیثه** کہنا جمہور کے مقابلے میں مردود ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ عبدالرحمٰن ابن ابی زناد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام ابن المدینی سے توثیق کا جواب

علی زئی نے عبدالرحمٰن بن ابی زناد کی توثیق کرنے کے لیے ابن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ

"قد نظرت فیما روی عنه سلیمان بن داؤد الهاشمی فرأیتهما مقاربة"

میں نے اس سے سلیمان بن داؤد الہاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے (جانچ پڑتال کی ہے) ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں۔

(تاریخ بغداد ۲۲۹/۱۰ ت۵۳۵۹ وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۶)

جواب

یہ قول ابن مدینیؒ کا بے سند ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ ذہبیؒ نے اس قول کا اعتبار اپنی کتابوں میں نہیں کیا۔ (بحوالہ نور الصباح ج ۲ ص ۲۶۷)

جواب نمبر۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث

زبیر صاحب نے ابن مدینیؒ سے توثیق کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی ترک رفع الیدین والی روایت پر جرح کی ہے۔اور لکھا ہے کہ

''بعض لوگوں نے اس مرفوع حدیث کے مقابلے میں "عن ابی بکر النهشلی ثنا عاصم بن کلیب عن أبیه أن علیاً کان یرفع یدیه فی أول تکبیرة من الصلاة ثم لا یعود" سیدنا علیؓ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر اعادہ نہیں کرتے تھے۔کا اثر پیش کیا ہے''

(نصب الرایة ۱/۴۰۶، معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵، نور العینین ص۱۱۶)

یہ لکھنے کے بعد علی زئی صاحب لکھتے ہے کہ ''اس روایت سے استدلال دو وجہ سے مردود ہے۔اس پر خاص طور پر جرح مفسر ہے'' پہلی جرح سفیان ثوریؒ سے نقل کی ہے کہ ''سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری ص۴۷ ح۱۱، نور العینین ص۱۱۶)

جواب نمبر۱

سفیان ثوریؒ سے منقول اس جرح کی سند میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ ہے جب کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام بخاری کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔اس لیے عبدالرحمٰن کی سند سے جرح منقطع ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جرح جزء الرفع الیدین میں ہے اور جزء رفع یدین محمود بن اسحٰق الخزاعی کی روایت سے ہے جو کہ مجہول ہے بلکہ کذاب ہے۔

دوسری جرح امام عثمان بن سعید الدارمی سے نقل کی ہے کہ انہوں نے اس روایت کو واہی (کمزور) کہا۔(سنن کبریٰ ۲/۸۰،۸۱،نور العینین ص۱۱۶)

جواب

یہ جرح امام حاکم کی سند سے ہے اور یہ شیعہ ہیں اس وجہ سے یہ جرح معتبر نہیں کیوں کہ

شیعہ مذہب والے رفع یدین کرتے ہیں۔

۳۔امام بخاریؒ نے ضعیف کہا

(شرح ترمذی لابن سید الناس بحوالہ حاشیہ جلاء العینین ص۴۸، نور العینین ص۱۱۶)

جواب

امام بخاریؒ کی یہ جرح نقل کرنا ابن سید الناس کا وہم ہے۔اور دوسری بات یہ کہ امام بخاریؒ متشددین میں سے ہیں لہذا انکی جرح قبول نہیں ہوگی۔

۴۔امام شافعیؒ سے منقول جرح کہ ”ولا یثبت عن علی“

(سنن کبریٰ، بیہقی ج۲ ص۸۱، نور العینین ص۱۱۶)

جواب

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کی اس روایت پر جرح نہیں کی جس میں ہے کہ ”ان علیاً کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلاۃ ثم لا یعود“ بلکہ امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کی (سنن کبریٰ) میں جس روایت پر جرح کی ہے اس کی عبارت یہ ہے ”قال الزعفرانی قال الشافعی فی القدیم ولا یثبت عن علی و ابن مسعودؓ یعنی ما رووہ عنہما من انہما کانا لا یرفعان ایدہما فی شیء من الصلاۃ الا فی تکبیرۃ الافتتاح“ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب میں ادھوری عبارت صرف ”ولا یثبت عن علیؓ“ نقل کر کے دھوکہ اور بدیانتی کی ہے۔

لہذا ثابت ہوگیا کہ حضرت علیؓ کی اس روایت پر ائمہ کی جرح مردود ہیں اور اگر بالفرض اس روایت کو ضعیف بھی مان لیا جائے تو بھی حضرت علیؓ کا ایک دوسرا اثر بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ

قال محمد اخبرنا ابو بکر بن عبداللہ النہشلی عن عاصم بن کلیب

الجرمی عن أبیه و کان من اصحاب علیؓ أن علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولٰی التی یفتتح بها الصلاۃ ثم لا یرفعهما فی شیء من الصلاۃ.

(مؤطا امام محمد ص۹۴، ابن ابی شیبة ج۱ ص۱۵۹، سنن کبریٰ، بیهقی ج۲ ص۸۰، درایه ص۸۵، نصب الرایه ج۴ ص۴۰۶)

کہ حضرت علیؓ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

اس اثر کے بارے میں علامہ زیلعی نے فرمایا کہ "وهو اثر صحیح"

(نصب الرایه ج۱ ص۴۰۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ "صحیح علی شرط مسلم"

(شرح بخاری ج۳ ص ۹، شرح هدایه ج۱ ص۶۶)

علامہ ماردینی فرماتے ہیں رجاله ثقات. (جوهر النقی ج۱ ص۱۳۸)

ابن حجر فرماتے ہیں کہ رجاله ثقات وهو موقوف. (درایہ ص۸۵ طبع دہلی)

جواب نمبر۳

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی الزناد کا استاذ موسیٰ بن عقبہ ہے اور محدث ابن عدی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

وهذا لا اعلمه یرویه عن موسی بن عقبة غیر عبدالرحمن بن ابی الزناد مع احادیث اخر یرویها ابن ابی الزناد وهذا عن موسی بن عقبة عن ابی الزبیر عن جابر لا یرویها غیره عن موسی وعبدالرحمن بن ابی الزناد من الحدیث غیر ما ذکرت و بعض ما یرویه لا یتابع علیه وهو ممن یکتب حدیثه. (کامل ابن عدی ج٤ بحوالة نور الصباح حصه دوم ص۱۳۹)

اور یہ حدیث موسیٰ بن عقبہ سے عبدالرحمٰن کے سوا کوئی اور معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بھی اس کو

روایت کرتا ہے اس حدیث کے علاوہ بھی موسیٰ بن عقبہ سے عبدالرحمٰن کی حدیثوں کا یہی حال ہے اور یہ روایت بھی موسیٰ بن عقبہ عن ابی الزبیر عن جابر سے مروی ہے موسیٰ سے عبدالرحمٰن کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا عبدالرحمٰن کی دیگر روایات بھی مذکور روایات کے علاوہ موجود ہیں ان میں بھی بعض ایسی ہیں جن میں یہ منفرد ہے اور کوئی دوسرا اس کی اس پر موافقت نہیں کرتا یہ ان راویوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے۔

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ابن ابی الزناد موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اکیلا ہوتا ہے دوسرا اس کے موافق موسیٰ بن عقبہ سے روایت نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن کی غلطی ہے اسی طرح یہ رفع یدین والی روایت بھی عبدالرحمٰن اپنے استاذ موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی بھی اس کو روایت نہیں کرتا ابن جریج نے بھی اپنے استاد موسیٰ سے یہ روایت ذکر کی ہے لیکن رفع یدین کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ (دارقطنی ج ا ص ۲۹۷، بحوالہ نور الصباح حصہ دوم ص ۱۴۰)

اسی طرح موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ دوسرے راوی بھی یہ روایت کرتے ہیں لیکن رفع یدین کا اس روایت میں نام ونشان تک نہیں ملتا۔

(مسلم ج ا ص ۲۶۳ بحوالہ نور الصباح حصہ دوم ص ۱۴۰)

فریق مخالف کی ساتویں دلیل

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جواب

انا ابو طاهر نا ابو بكر نا ابو زهير عبدالمجيد بن ابراهيم المصرى نا شعيب يعنى ابن يحيحى التجيبى اخبرنا يحيحى بن ايوب عن ابن جريج عن ابن شهاب عن ابى بكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث انه سمع ابا هريرة يقول:

كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة كبر، ثم جعل يديه حذو منكبيه وإذا ركع فعل مثل ذلك وإذا سجد فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود، وإذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك.

(صحيح ابن خزيمة ج١ ص٣٤٤)

سیدنا ابوہریرہؓ (حافظ الصحابہ الفقیہ الامام محبوبنا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت ایسا نہ کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

(ترجمہ زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۱۷، ۱۱۸)

تنبیہ

- اول تو یہ کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے خود ہی زہری کی تدلیس کی وجہ سے اس روایت کا ضعیف ہونا تسلیم کر لیا ہے لیکن ہم تفصیل سے اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۱

حضرت ابوہریرہؓ سے مختلف مقامات پر رفع الیدین کرنے کی روایات مروی ہیں جو کہ

درج ذیل ہیں

۱۔ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرنا

عن ابی سلمة عن ابی هريرة انه كان يرفع يديه في كل خفض ورفع و يقول انا اشبهكم صلاة رسول الله ﷺ.

(كتاب العلل لدار قطني ج٤ ص١٠٦)

کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں تم سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے ساتھ۔

۲۔ سجدے کے وقت رفع الیدین کرنے کی حدیث

حدثنا عثمان بن ابی شيبة و هشام بن عمار قالا ثنا اسماعيل بن عياش عن صالح بن كيسان عن عبدالرحمن الاعرج عن ابی هريرة قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه في الصلاة حذو منكبيه حين يفتتح الصلاة وحين يركع وحين يسجد. (ابن ماجة)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا رفع یدین نماز میں کندھوں کے برابر جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔

۳۔ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں وحجتهم ايضا ما رواه نعيم المجمر وابوجعفر القاری عن ابی هريرة انه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة ويكبر كلما خفض و رفع و يقول انا اشبهكم صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم. (التمهيد ج٩ ص٢١٥)

حضرت نعیم المجمر اور ابو جعفر القاری حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے ہر اونچ نیچ میں اور فرماتے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

خلاصہ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ان روایات میں اضطراب ہے اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

- (تقریب النووی، مقدمہ ابن صلاح ص٦٦) غیر مقلدین کے نزدیک بھی مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (دلیل الطالب ص ٦١٨، ٨٨٢، تحقیق الکلام ج ٢ ص ٧)

جواب نمبر٢:

اس کی سند میں دوسرا راوی ابن جریج بھی ہے جو کہ مدلس ہے۔ امام سیوطیؒ نے اس کو اپنی کتاب (اسماء المدلسین) میں شمار کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ان کو تیسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے (طبقات المدلیس ص ٦٥) اور اس روایت میں ابن جریج عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور مدلس کا عن مقبول نہیں ہوتا۔

(ابکار المنن ص٦١، نور العینین ص١١٨)

جواب نمبر٣:

زبیر علی زئی صاحب کی اس پیش کردہ روایت کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بھی ہے اگر چہ صحیحین میں اس سے احتجاج کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس پر ائمہ نے جرح کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

١۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے اور وہ بہت خطا کرتا ہے۔

٢۔ محدث امام اسماعیلیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔

٣۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

۴۔امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بعض حدیثوں میں اضطراب ہے۔
۵۔امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

(تهذيب، التهذيب ج١١ ص١٨٦، ١٨٧)

٦۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''سچا ہے لیکن اکثر اوقات خطا کی ہے''۔

(تقریب ص۴۷۲)

۷۔ابن ابی حاتمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ایوب کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں لیکن انہیں حجت نہ بنایا جائے۔

۸۔امام نسائیؒ نے ایک مرتبہ لیس به بأس فرمایا اور دوسری مرتبہ فرمایا لیس بالقوی.

(تهذيب التهذيب ج١١ ص١٨٧)

اعتراض

حافظ زبیر علی زئی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کے اختتام پر یہ کہا ہے کہ ''بعض لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہؓ سے دو روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں۔(نور الصباح ص۲۷، ۴۷) ہم ثابت کر آئے ہیں کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔'' (نور العينين ص١١٨)

جواب

اس طرح کے استدلال کو امام بخاری اور حافظ ابن حجر نے بھی اپنایا ہے چنانچہ امام بخاریؒ (بخاری ج۱ ص۱۳۸) میں باب قائم کرتے ہیں باب ما قیل ان النبی ﷺ لم یحول ردائه فی الاستسقاء یوم الجمعة آگے روایت پیش کرتے ہیں اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں ''ولم یذکر انه حول ردائه ولا استقبل القبلة'' (وفی البخاری ج٢ ص٨٠٥ ولم یذکر النبی ﷺ فی الملا عنه متعة. وفی (فتح الباری ج٩ ص٤٩٦) قد تقدمت احادیث اللعان مستوفاء الطرق ولیس فی شیء منها

للمتعة ذكر فكانه تمسك في ترك المتعة للملاعنة بالعدم. الخ (حواله خزائن السنن ج۲ ص۹٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر

حافظ زبیر علی زئی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے اختتام پر یہ بھی لکھا ہے کہ

''آگے آ رہا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ رفع الیدین کے راوی اور فاعل تھے۔ لہٰذا صریح روایت کے مقابلے میں مبہم اور غیر متعلق روایات کو پیش کرنا باطل ہے۔''

(نور العینین ص۱۱۸)

پھر علی زئی نے (ص۲۷۱) پر ''ایک اہم نکتہ'' کی ہیڈنگ ڈال کر حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے۔ (جزء رفع الیدین) کے حوالے سے وہ یہ ہے۔

''صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔''

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسنده صحيح، نور العینین ص۲۷۱)

جواب

علی زئی صاحب نے حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ اثر جو (جزء رفع الیدین) کے حوالے سے نقل کیا ہے اس سے استدلال کرنا باطل ہے۔ کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو کہ مدلس ہے ابن حجر نے اس کو چوتھے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

"صاحب المغازی صدوق مشهور بالتدليس عن الضعفاء المجهولين وعن شر منهم" (طبقات المدلیس ص۷۹)

اور یہاں پر محمد بن اسحاق عن کے ساتھ روایت کر رہا ہے لہٰذا زبیر صاحب کا اس روایت کو صحیح کہنا سراسر باطل اور مردود ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ محمد بن اسحاق سخت قسم کا ضعیف راوی ہے اس پر بہت سے ائمہ نے

جرحیں کی ہیں جس کی تفصیل حضرت ابوحمید الساعدیؓ والی روایت کے اخیر میں گزر چکی ہے۔

فریق مخالف کی آٹھویں دلیل

حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا جواب

حدثنا دعلج بن احمد حدثنا عبدالله بن شيرويه حدثنا اسحق بن راهويه حدثنا النضر بن شميل حدثنا حماد بن سلمة عن الازرق بن قيس عن حطان بن عبدالله عن ابى موسى الاشعرى قال هل اريكم صلاة رسول الله ﷺ فكبر ورفع يديه ثم كبر و رفع يديه ثم قال سمع الله لمن حمده ثم رفع يديه ثم كبر و رفع يديه ثم قال: سمع الله لمن حمده ثم رفع يديه، ثم قال: هكذا فاصنعوا ولا يرفع بين السجدتين.

سیدنا ابوموسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر (رکوع کے وقت) اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رفع الیدین کیا اور فرمایا کہ اس طرح کیا کرو اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔

(دار قطني ج١ ص٢٩٢، ترجمه حافظ زبير علي زئي. نور العينين ص١١٨)

جواب نمبرا

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں جن کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا چنانچہ خود غیر مقلدین کے بڑے عالم شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اس بات کی تصریح کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

اس اثر کی سند میں حماد بن سلمہ واقع ہیں اور آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں تغیر حفظه باخره انتهى. (تحقيق الكلام ج١ ص١٠٢)

حماد بن سلمہ کی وفات ١٦٧ھ میں ہوئی ہے اور اس روایت کو ان سے روایت کرنے

والے شاگرد نضر بن شمیل ہے جس کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی ہے۔ جو کہ متأخر سماع والا ہے اور نضر بن شمیل نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے ان کے حافظہ کے خراب ہونے کے بعد سنی ہے لہٰذا اس روایت سے استدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں حماد بن سلمہ کی ایک روایت کے بارے میں امام ابوداؤد سے تضعیف نقل کرتے ہیں۔ اور علامہ امیر یمانی غیر مقلد اس کی شرح میں بہت سے محدثین سے حماد بن سلمہ کی روایت کے غیر محفوظ اور خطا ہونے کے فتوے نقل کرتے ہیں۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے

هذا حديث لم يروه عن ايوب الا حماد بن سلمة وقال لمنذرى.

قال ترمذى هذا حديث غير محفوظ.

وقال علي بن المديني حديث حماد بن سلمة هو غير محفوظ واخطأ فيه حماد بن سلمة.

(سبل السلام ج۱ ص ۷۷ باب الاذان بحوالة نور الصباح ج۱ ص ۲۳۵)

مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اپنے رسالہ (زاد المتقین ص ۵) میں لکھتے ہیں کہ بعض راوی ایسے ہیں جو اکابر محدثین مثل امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک حجت نہیں ہیں مثلاً حماد بن سلمہ الخ بلفظہٖ۔

قاضی شوکانیؒ غیر مقلد (نیل الاوطار ج۱ ص ۲٤۷) میں لکھتے ہیں کہ حماد بن سلمہ کے اوہام ہیں یعنی غلطیاں ہیں۔

جواب نمبر۲

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی بھی ہے جو کہ اسحاق بن راہویہ ہے اور یہ نضر بن شمیل کا شاگرد ہے یہ اگرچہ ثقہ راوی ہے لیکن اس کا بھی آخری عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ ان کی وفات ۲۳۸ھ میں ہوئی ہے اور یہ اپنی وفات سے پانچ ماہ قبل تغیر حافظہ کا شکار ہو گئے تھے۔ (تهذيب التهذيب ج۱ ص ۲۱۸)

چنانچہ امام ابوداؤد ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اسحاق بن راھویہ تغیر قبل ان یموت بخمسة اشھر و سمعت منه فی تلك الایام فرمیت به. (تھذیب التھذیب ج۱ ص۲۱۸)

کہ اسحاق بن راہویہ فوت ہونے سے پانچ ماہ قبل متغیر الحافظ ہو گئے تھے اور میں نے ان سے اسی زمانہ میں حدیثوں کا سماع کیا تھا اس لیے میں نے ان حدیثوں کو رد کر دیا تھا۔

امام ابوداؤد کی وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی ہے۔ (تھذیب التھذیب ج٤ ص١٤٤)

جب کہ اس روایت کی سند میں اسحاق بن راہویہ کا شاگرد عبداللہ بن شیرویہ ہے جس کی وفات ۳۰۵ھ میں ہوئی ہے۔ (شذرات الذھب ج۲ ص٢٤٦)

اور اس نے یہ روایت اسحاق بن راھویہ سے ان کے تغیر حفظ کے بعد سنی لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

جواب نمبر۳

اس روایت کی سند میں ایک راوی دعلج بن احمد بھی ہے اس پر کذاب اور وضاع قسم کے راویوں نے موضوع روایتیں داخل کر کے اس کی حدیثوں میں ملا دی ہیں جس کی وجہ سے یہ دعلج راوی قابلِ اعتماد نہ رہا چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ

علی بن حسن بن جعفر بن کریب عن الباغندی متھم بالوضع والکذب وکان ذا حفظ وعلم وھو ابو الحسین العطار المخرمی حدث عن حامد بن شعیب والباغندی ادخل علی دعلج احادیث قاله الدار قطنی.

(میزان الاعتدال ج۳ ص۱۲۰)

کہ علی بن الحسن بن جعفر بن کریب باغندی سے روایت کرتا ہے کہ یہ متہم بالوضع والکذب ہے۔ یہ صاحب حفظ و علم والا تھا اور یہ راوی ابوالحسین العطار المخرمی بھی اس کو کہا جاتا ہے اس نے حامد بن شعیب اور الباغندی سے روایت کی ہے چند حدیثیں دعلج پر داخل کر دی ہیں۔ یہ امام دارقطنیؒ نے کہا۔

جواب نمبر۴

اگر بالفرض حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی اس سے استدلال درست نہیں کیوں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک وہ زبردست عالم تم میں زندہ رہیں مجھ سے مسائل پوچھا ہی نہ کرو۔ (بخاری شریف ج ۲ص ۹۹۷)

اور ایک موقع پر ایک مسئلہ پوچھنے والے شخص کو فرمایا کہ "سل عبداللہ فانہ اقدمنا واعلمنا" (محلی ج٦ ص۸۳)

لہٰذا اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث (جس کو ہم نے تفصیل سے حدیث ابن عمرؓ کی بحث میں نقل کیا ہے) کے ہوتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث پر عمل کرنا درست نہیں۔

جواب نمبر۵

یہ روایت غیر مقلدین کے عمل کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع الیدین کرنے کا ذکر تک نہیں ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی رفع الیدین کے متعلق جتنی بھی حدیثیں موجود ہیں میرے علم کے مطابق کسی میں بھی اذا قام من الرکعتین کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا زبیر صاحب کا اس روایت میں "عدم ذکر" والا قاعدہ نہیں چل سکتا۔

جواب نمبر٦

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی رفع یدین کرنے والی روایت ضعیف ہے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی وہی والی روایت راجح ہے جس میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے باقی کسی جگہ بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف تکبیر کہنے کا ذکر ہے وہ روایت یہ ہے۔

عن عبدالرحمن بن غنم ان ابا مالك الاشعری جمع قومه فقال یا معشر الاشعریین اجتمعوا واجمعوا نساء کم وابناء کم اعلمکم صلاۃ النبی ﷺ لنا بالمدینة (الی) فصف الرجال فی ادنی الصف وصف الولد ان خلفهم وصف النساء خلف الولدان ثم اقامة الصلاۃ فتقدم فرفع یدیه فکبر فقرأ بفاتحة الکتاب وسورۃ یسرهما ثم کبر فرکع فقال سبحان اللہ وبحمدہ ثلاث مرات ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ واستوی قائما ثم کبر وخر ساجدا ثم کبر فرفع رأسه ثم کبر فسجد ثم کبر فانهض قائما فکان تکبیرۃ فی اول رکعة ست تکبیرات وکبر حین قام الرکعة الثانیة فلما قضی صلاته اقبل الی قومه بوجهه فقال احفظوا تکبیری وتعلموا رکوعی وسجودی فانها صلاۃ رسول اللہ ﷺ التی کان یصلی لنا کذا الساعة من النهار.

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: اے اشعری قوم جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ (الی) پس مردوں نے صف باندھی نزدیک ترین صف میں اور بچوں نے صف باندھی ان کے پیچھے اور عورتوں نے صف باندھی بچوں کے پیچھے پھر کسی نے نماز کے لیے اقامت کہی پس آپؓ نماز پڑھانے کے لیے آگے ہو گئے پھر رفع یدین کیا اور تکبیر کہی پھر فاتحۃ الکتاب اور اس کے سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ وبحمدہ تین بار کہا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گرے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے پس آپؓ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو

یاد کرلو اور میرے رکوع وسجود کو سیکھ لو کیوں کہ یہ آپ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ **(مسند احمد ج۵ ص۳۴۳، مجمع الزوائد ج۲ ص۱۳۰)**

حضرات اس حدیث میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے اور کسی جگہ بھی ذکر نہیں ہے سوائے تکبیر کے اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البتہ اس حدیث کے ایک راوی شہر بن حوشب ہیں جو کہ متکلم فیہ ہیں چنانچہ حافظ زبیر علی زئی صاحب خود اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "اس روایت کے ایک راوی شہر بن حوشب پر کافی کلام ہے لیکن قول راجح میں وہ حسن الحدیث ہے کیوں کہ وہ جمہور کے نزدیک موثق ہے۔

(نور العینین ص۲۹۶ نور القمرین)

اور علامہ ہیثمیؒ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ **"وفیه کلام وموثقة ان شاء الله" (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۳۰)**

"اور اس (یعنی شہر بن حوشب) میں کلام ہے اور وہ ثقہ ہے ان شاء اللہ"

فریق مخالف کی نویں اور دسویں دلیل

حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا جواب

عن عطاء بن ابی رباح قال: صلیت خلف عبدالله بن زبیر فکان یرفع یدیه إذا افتتح الصلاة وإذا رکع وإذا رفع راسه من الرکوع فسألته فقال عبدالله بن الزبیر: صلیت خلف أبی بکر الصدیقؓ فکان یرفع یدیه إذا افتتح الصلاة وإذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع وقال ابو بکر: صلیت خلف رسول الله ﷺ فکان یرفع یدیه إذا افتتح الصلاة واذا رکع وإذا رفع رأسه من الرکوع.

عطاء بن ابی رباح نے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: میں نے ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

اور (سیدنا) ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ للبیھقی ج۲ ص۷۳، ترجمہ زبیر علی زئی نور العینین ص۱۲۰)

جواب نمبرا:

زبیر علی زئی صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے کیوں کہ اس کی سند کے پہلے راوی امام حاکم ہیں اور وہ سخت قسم کے شیعہ ہیں چنانچہ خطیب بغدادی سے منقول ہے کہ ''ابوعبداللہ حاکم قابل اعتماد ہیں تشیع کی طرف مائل تھے''

(تذکرۃ الحفاظ تیرھواں طبقہ)

اور ابواسماعیل انصاری سے منقول ہے کہ حدیث میں ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔ لیکن خبیث

قسم کے رافضی ہیں۔ابن طاہر کہتے ہیں کہ باطن میں متعصب شیعہ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ مترجم حافظ محمد اسحاق تیرھواں طبقہ)

اور محدثین کا یہ اصول ہے کہ شیعہ یا بدعتی کی وہ روایت جوان کے مذہب کی تائید کرتی ہوتو وہ مردود ہوتی ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

"الا ان روی ما یقوی بدعتہ فیرد علی المذھب المختار وبہ صرح الحافظ ابو اسحاق ابراھیمؒ بن یعقوب الجوزجانی شیخ ابی داؤد والنسائی فی کتابہ المعرفۃ الرجال"

ہاں مگر یہ کہ وہ (بدعتی) ایسی روایت کرے جس سے اس کی بدعت (یا مذہب) کو قوت پہنچتی ہوتو مذہب مختار یہ ہے کہ وہ مردود ہوگی اسی کی تصریح کی ہے ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں جو کہ امام ابوداؤد اورنسائی کے استاذ ہیں۔(قطرات العطر شرح اردو نخبتۃ الفکر ص۲۳۸)

اور شیعہ حضرات بھی نماز میں رفع الیدین کے قائل ہیں۔چنانچہ شیعہ کی مشہور کتاب "من لایحضر الفقیہ ج۱ ص۶۲ بحوالہ نور الصباح ج۲ ص۲۶۱" میں رفع الیدین عندالرکوع وبعدالرکوع مذکور ہے۔اس لیے محدثین کے ضابطہ کے پیش نظر امام حاکمؒ کی وہ بات قبول ہوگی جوان کے مذہب کے موافق نہ ہولہٰذا یہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔

جواب نمبر۲

اس روایت کی سند میں محمد بن اسماعیل سلمی کا استاذ محمد بن فضل سدوسی کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "عارم اختلط آخر"

(مقدمۃ شرح مسلم ص۱۸)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "لقبہ عارم ثقۃ ثبت تغیر فی آخر عمرہٖ"

(تقریب ص۳۲۵)

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں "اختلط عارم فی آخر عمرہ وزال عقلہ"

(تہذیب التہذیب ج۹ ص۴۰۳)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ "تغیر فی آخر عمرہ" (ایضا ج۹ ص۴۰۴)

حافظ زبیر علی زئی صاحب کو بھی اس بات کا اقرار ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "وہ آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے" پھر کہا "انہیں اختلاط ہوا" پھر لکھا "حتی کہ ان کی عقل زائل ہو گئی"۔

(نور العینین ص۱۲۱)

اعتراض

زبیر علی زئی صاحب علامہ ذہبی کی کتاب (الکاشف ج۳ ص۹۷ ت۱۵۹۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "محمد بن فضل نے حالت تغیر میں کوئی حدیث بھی بیان نہیں کی"، پھر آگے لکھا ہے کہ "دوسرے یہ کہ ان کے پیچھے اس حدیث کے راوی ابو اسماعیل السلمی نے نماز پڑھی ہے جس کی عقل زائل ہو گئی ہو اس کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جس کی خود عقل زائل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم"۔

(نور العینین ص۱۲۱)

جواب

زبیر علی زئی کی یہ بات مردود ہے کیوں کہ محمد بن فضل نے حافظہ متغیر ہونے کے بعد بھی روایت بیان کی ہیں۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ

تغیر حتی کان لایدری ما یحدث به فوقع فی حدیثه المناکیر فیجب التنکب عن حدیثه فیما رواه المتأخرون فإذا لم یعلم هذا ترك الکل ولا یحتج بشی منها. الخ

کہ اس کا اتنا حافظہ متغیر ہو گیا تھا کہ جو حدیث بیان کرتا اس کو یہ علم نہ ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کی حدیث میں منکر باتیں آ گئیں ہیں واجب ہے اس کی حدیث سے گریز کرنا اور

رک جانا جو اس سے متاخرین نے روایت کی ہو پس جب اس بات کا علم نہ ہو سکے تو اس کی تمام حدیثیں متروک قرار دی جائیں گی اور کسی کے ساتھ بھی احتجاج نہ کیا جائے گا''

(تهذيب التهذيب ج٩ ص٤٠٤)

امام ابن حبانؒ کی اس بات سے معلوم ہوا کہ محمد بن فضل نے حافظہ متغیر ہونے کے بعد بھی احادیث بیان کی ہیں۔

جہاں تک علامہ ذہبی کے قول کا تعلق ہے اس نے حالت تغیر میں کوئی حدیث بیان نہیں کی۔(الكاشف ٣/ ٧٩ ت ١٥٩٧ نور العينين ص١٢١)

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ذہبی اپنی دوسری مشہور کتاب میں امام ابوداؤدؒ سے روایت لے کر آئے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ " يعني ان عارمًا قال هذا وقد زال عقله" اور اسکے بعد لکھتے ہیں کہ "قلت :خرج عنا الدارقطني في شان عارم ، فقال : تغير باخره وما ظهر له بعد اختلاطه حديث منكر، وهو ثقة"

(سير اعلام النبلاء ج٩ ص٤٠)

''یعنی کہ عارم نے یہ بات اس وقت کہی جب اس کی عقل زائل ہو گئی تھی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن فضل نے اپنے اختلاط کے زمانے میں بھی حدیثیں بیان کی ہیں اور اس کا شاگرد ابو اسماعیل سلمی اس کے آخری عمر کا شاگرد ہے۔ سلمی کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی ہے جب کہ محمد بن فضل کی وفات ۲۲۴ھ میں ہوئی ہے۔ ۲۲۰ھ سے پہلے سننے والا قدیم السماع ہے۔ جب کہ ابو اسماعیل نے اختلاط کی حالت میں سماع کیا ہے اس لیے ابن حجر نے محمد بن فضل کو "ثقة ثبت تغير في آخر عمره من صغار التاسعة"

(تقريب ص٣١٥)

نویں درجے کے صغار میں اس کا شمار کیا ہے اور سلمی کو "من الحادية عشرة" کہ گیارہویں درجے میں شمار کیا ہے۔ (تقریب ص٢٩٠)

باقی علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ ''جس کی عقل زائل ہوگئی ہو اس کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جس کی خود عقل زائل ہوتی ہے'' یہ صحیح نہیں بلکہ حالت اختلاط میں سنی ہوئی روایت کا محدثین کرام کے ہاں اعتبار نہیں ہوتا۔

جواب نمبر۳

یہ روایت منقطع ہے اس لیے کہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار نے امام حاکم کو اپنی کتاب سے املاء کراتے ہوئے فرمایا قال قال ابواسماعیل محمد بن اسماعیل السلمی یہ صیغہ انقطاع پر دلالت کرتا ہے یعنی ابوعبداللہ الصفار نے یہ روایت ابواسماعیل سلمی سے نہیں سنی اس کے علاوہ اس کے اساتذہ میں سلمی کا ذکر اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔

جواب نمبر۴

زبیر علی زئی کی بیان کردہ روایت خود ان کے عمل کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

آثارِ صحابہؓ اور ان کے جوابات

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے رفع یدین کی احادیث کے بعد باب دوم میں صحابہؓ کے آثار بھی نقل کیے ہیں ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اثر عبداللہ بن عمرؓ

علی زئی نے سب سے پہلے ابن عمرؓ کا نام لکھا ہے اور لکھا ہے کہ سیدنا ابن عمرؓ سے رفع الیدین کو درج ذیل تابعین نے روایت کیا ہے۔

۱. نافع (صحیح بخاری: ۷۳۹)

۲. محارب بن دثار

(جزء البخاری : ۴۸. واسنادہ صحیح، مسند ابی یعلیٰ ۲/ ۲۴۹ واسنادہ حسن)

۳. طاؤس (جزء رفع الیدین ۲۸)

٤. سالم (جزء رفع اليدين للبخاری ٧٧ وهو صحيح)

٥. ابو الزبير

(مسائل الامام احمد بن حنبل راوية عبدالله بن احمد ج١ ص٢٤٤ واسناده صحيح، نور العينين ص١٥٩ باب دوم)

جواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا تفصیلی جواب ہم نے ''حدیث عبداللہ بن عمرؓ'' میں دے دیا ہے۔ وہیں ملاحظہ فرمالیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات میں سخت قسم کا اضطراب ہے اور ابن عمرؓ نے رفع یدین کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کا کنکریاں مارنا

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ'' بلکہ امام نافعؒ (تابعی بیان کرتے ہیں) کہ ''ان ابن عمر كان اذا رأى رجلا لا يرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رماه بالحصى'' ابن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔(جزء رفع اليدين للبخاری: ١٥ وسنده صحيح)

امام نووی نے کہا:''باسناده الصحيح عن نافع'' یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

(المجموع شرح المهذب ٢/٤٠٥)

ابن الملقن نے کہا:''باسناده صحيح عن نافع''

(البدر المنير ٣/٤٧٨، نور العينين ص١٥٩)

جواب

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اسکی سند میں ولید بن مسلم موجود ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔

ولید بن مسلم کا تعارف

ا۔امام احمدؒ اسکو "کثیر الخطاء" کہتے ہیں۔

۲۔امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ابوالسفر سے روایتیں لیا کرتا اور ابوالسفر کذاب تھا۔

۳۔ابومسہرؒ کہتے ہیں کہ وہ امام اوزاعیؒ کی روایتیں کذابین سے لیا کرتا تھا۔

۴۔امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف اور کمزور راویوں کے نام ساقط کر دیتا تھا اور اوزاعی وغیرہ کے نام ساتھ چھوڑ دیتا تھا۔

۵۔امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اسکی مسموع وغیر مسموع تمام روایتیں خلط ملط ہو چکی تھیں اور بہت سی روایتیں اسکی منکر ہیں۔

۶۔امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ دس حدیثیں اس نے ایسی بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

۷۔ایک روایت کے بارے میں امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ ولید ابن مسلم کی یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔

۸۔ولید بن مسلم کی روایت باوجود تحدیث کے اور صحیح مسلم میں ہونے کے علاوہ امام نوویؒ لکھتے ہیں ضعیف بل باطل (شرح مسلم ص ۹۰ ج ۱) کہ یہ روایت ضعیف بلکہ باطل ہے۔

۹۔(تذکرۃ الحفاظ ص ۶۸۸ ج ۲) میں هشام بن عمار حدثنا الولید حدثنا الاوزاعی الخ اس سند کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں "رواته ثقات لکنه منکر" کہ راوی اس کے ثقہ ہیں مگر منکر ضعیف ہے۔اس کے حاشیہ میں علامہ المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں "علته ان الولید یدلیس التسویة و کذا هشام فیما یظهر" کہ اس سند کی علت یہ ہے کہ ولید بن مسلم تدلیس التسویہ کرتا ہے اور اسی طرح ہشام جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔تحدیث کے باوجود علامہ معلمی غیر مقلد تدلیس التسویہ کا الزام ولید بن مسلم پر لگا

رہے ہیں۔

۱۰۔عن مکحول عن محمود عن ابی نعیم انه سمع عبادة بن الصامت الـــــخ کی حدیث قرأۃ خلف الامام کی سند میں ابونعیم کا اضافہ ولید بن مسلم کی غلطی ہے۔ چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں"وقد غلط الولید بن مسلم فی اسناده. (کتاب القرأة ص ٤٤)اور ولید بن مسلم نے اس کی سند میں غلطی کی ہے۔

۱۱۔ترمذی باب مسح اعلاہ واسفلہ ص ۱۵ ج ۱ وص ۱۶ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے موزے کے اعلی اور اسفل حصہ کا مسح کیا ہے۔جس کی سند یوں ہے۔

"حدثنا ابو الولید الدمشقی نا الولید بن مسلم اخبرنی ثور بن یزید الخ.

امام ترمذی فرماتے ہیں"وهذا حدیث معلول لم یسنده عن ثور بن یزید غیر الولید وسألت ابا زرعته ومحمدا عن هذا الحدیث فقالا لیس بصحیح.

اور یہ حدیث ضعیف ہے اس کو صیغہ سماع سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور میں نے امام ابوزرعہ اور امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۱۲۔علامہ ابن حزم نے فرمایا کہ ولید بن مسلم نے دو جگہ پر خطا کی ہے اور امام اثرم نے فرمایا کہ احمد نے ولید بن مسلم کو ضعیف قرار دیا ہے۔(بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۹۹ ج ۱)

۱۳۔مام بیہقیؒ نے ولید بن مسلم کی ایک روایت کے بارے میں فرمایا کہ"وروی مـــــن وجه آخر ضعیف عن ابی الدرداء" کہ اور ایک ضعیف سند سے حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے۔(سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶)

۱۴۔امام دحیمؒ نے بھی ولید بن مسلمؒ کی روایت کے بارے میں فرمایا کہ"لیس لہ اصل" یعنی اس حدیث کی کوئی اصل نہیں (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۹)

اثر مالک بن الحویرثؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوبکر صدیقؓ

جواب

حضرت ابن عمرؓ کے بعد زبیر صاحب نے ان چار صحابہ کرامؓ کے نام لکھے اور آگے کتابوں کے حوالے لکھ دیے ہیں ان کا متن اور سند بھی نہیں لکھا، عرض یہ ہے کہ ان سب کے جوابات پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

اثر انس بن مالکؓ

زبیر صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ کا بھی نام لکھا ہے آگے (بیہقی) کا حوالہ دے دیا ہے متن نہیں لکھا البتہ (جزء الرفع الیدین) سے حضرت انسؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

قال البخاری فی جزء رفع الیدین "حدثنا مسدد ثنا عبد الواحد بن زیاد عن عاصم الاحول قال: رأیت أنس بن مالكؓ إذا افتتح الصلاة کبر و رفع یدیه و یرفع کلما رکع ورفع رأسه من الرکوع".

سیدنا انسؓ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۲۰ وسنده صحیح، نیز دیکھیے جزء رفع الیدین: ۶۵، نور العینین ص۱۶۰)

جواب نمبرا

اس اثر سے زبیر صاحب کا استدلال باطل ہے، کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالواحد بن زیاد ہے جو کہ ضعیف ہے۔ چنانچہ "عثمان بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے اس

راوی کے متعلق یحییٰ سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ کوئی شی نہیں ہے''۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۷۲)

جواب نمبر ۲

یہ ایک صحابی کا عمل ہے اور زبیر صاحب اور دیگر غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کے اقوال و اعمال حجت نہیں۔

(الحدیث نمبر ۳۰ ص ۱٤، نمبر ۲۷ ص ۵٦، ۵۷، نمبر ۲۸ ص ۲۱. و فتاوٰی نذیریہ ۱/۳٤۰، ٦۲۲)

چنانچہ زبیر صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

''یہ عبداللہ بن عمرؓ کا اجتہاد ہے جو کہ نبی ﷺ کی صحیح و ثابت سنت کے خلاف ہے۔''

(الحدیث نمبر ۲٦ ص ۵٦)

اثر حضرت ابو ہریرہؓ

پھر زبیر علی زئی نے ساتویں نمبر پر حضرت ابو ہریرہؓ کا اثر نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

قال البخاری فی جزء رفع الیدین "حدثنا سلیمان بن حرب: ثنا یزید بن ابراھیم عن قیس بن سعد عن عطاء قال: صلیت مع أبی ھریرةؓ فکان یرفع یدیه إذا کبر وإذا رکع (وإذا رفع).

یعنی سیدنا ابو ہریرہؓ تکبیر تحریمہ (رکوع کے لیے) تکبیر کہتے وقت اور (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۲۲ وسنده صحیح. و نور العینین ص ۱٦۰)

جواب

زبیر علی زئی کا دھوکہ

یہ اوپر جو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے یہ نے زبیر صاحب کی کتاب سے نقل کی ہے اور

ترجمہ بھی زبیر صاحب کا ہے۔ زبیر صاحب نے دھوکہ سے اس روایت کے آخری الفاظ بدل دیے ہیں اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔

صحیح الفاظ

صحیح الفاظ یہ ہیں "إذا كبر وإذا رفع" جب کہ زبیر صاحب نے "وإذا ركع (وإذا رفع)" اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ یہ زبیر صاحب کا دھوکہ ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "عطاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ رفع یدین کرتے جب تکبیر کہتے اور جب اٹھتے۔"

اور خالد گرجاکھی صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے

"حضرت ابو ہریرہؓ خود بھی رفع الیدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے" (اثبات رفع الیدین ص ۱۹۵)

جب کہ اس کے مقابلے میں زبیر صاحب نے انتہائی غلط ترجمہ کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت زبیر صاحب کے عمل کے خلاف ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

اثر عبداللہ بن عباسؓ

زبیر صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام بھی لکھا ہے اور حوالہ (ابن ابی شیبہ) کا دیا ہے۔

جواب

اس کی سند میں ایک راوی ابو حمزہ عمران بن ابی عطاء الاسدی ہے جو کہ ضعیف ہے اس کو جن ائمہ نے ضعیف کہا ہے وہ یہ ہیں: ابو زرعہ، ابو حاتم، نسائی، ابو داؤدؒ۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۲۵)

(۵) امام عقلی قال "لا يتابع على حديثه" (میزان ج ۳ ص ۲۳۹)

المغنی فی الضعفاء ج۲ ص ۱۳۶ میں ہے کہ "وذکر له العقیلی حدیثا استنکره"

(۶)قال الحافظ "صدوق له أوهام"

(المغنی فی الضعفاء ج۲ ص ۱۳۶ حاشیه)

علی زئی نے اس راوی کو ثقہ قرار دینے کے چھ حوالے دیے ہیں جن میں سے ایک حوالہ ابن حبانؒ کا بھی دیا ہے اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ابن حبان جرح وتعدیل میں متساہل تھے لہٰذا ان کا حوالہ قابل قبول نہیں ہوگا اور علی زئی کا یہ کہنا کہ "لہٰذا بقول راجح ابوحمزہ ثقہ و صدوق ہے"۔ (نور العینین ص ۱۶۱) یہ صحیح نہیں بلکہ قول راجح ابوحمزہ مجروح اور ضعیف راوی ہے۔

اثر سعید بن جبیرؒ تابعی

زبیر علی زئی صاحب نے سب سے آخر میں حضرت سعید بن جبیرؒ کا اثر لکھا ہے وہ یہ ہے:

سعید بن جبیرؒ تابعی سے رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نماز کی زینت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ شروع نماز میں رکوع کے وقت رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ بیہقی ص ۷۵ ج ۲۔ بحوالہ نور العینین ص ۱۶۱)

جواب نمبر ۱

اس روایت کی سند میں امام بیہقیؒ کے شیخ ابوعبداللہ الحاکم ہیں جو کہ تفضیلی شیعہ تھے اور شیعہ کے مذہب میں رفع الیدین عند الرکوع و بعد الرکوع مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو شیعہ کی مشہور کتاب (من لا یحضر الفقیہ ص ۶۲ ج ۱) فلہٰذا ہم اہل سنت والجماعت شیعہ راوی کی ہر اس روایت کو رد کر دیں گے جو ان کے مذہب کے مطابق ہو چنانچہ (جزء رفع الیدین المنسوب للبخاری ص ۱۰۸ مع جلاء العینین) میں صحابہ کرامؓ کے رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں بلکہ

عبدالملک کہتے ہیں "سألت سعید بن جبیر عن رفع الیدین فی الصلاۃ فقال ھو شيء تزین به صلاتك" کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ رفع الیدین کرنا نماز میں کیسا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شئی ہے کہ تیری نماز کو مزین کرے گا اور مصنف ابن ابی شیبہ (ص ۲۷۲ ج ۱) میں عبدالملک کی روایت تکبیر کے بارے میں ہے کہ تکبیر نماز کی زینت ہے رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

جواب نمبر ۲

عبدالملک بن ابی سلیمان العزری متکلم فیہ راوی ہے حافظ بن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ یہ راوی ساقط (گرا ہوا) ہے۔ (محلّٰی ص ۲۳۱ ج ۳ مسئلہ نمبر ۳۵۳) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "لا یحتج به إذا انفرد" (الدرایہ ص ٦١ ج ١) کہ اکیلا ہو تو قابل حجت نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳

یعقوب بن یوسف الاخرم المتوفی ۲۸۷ھ کا استاد الحسن بن عیسٰی المتوفی ۲۳۹ھ اس روایت کی سند میں واقع ہے جب کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں یعقوب کا استاد الحسن بن عیسٰی مذکور نہیں اور نہ الحسن بن عیسٰی کے شاگردوں میں یعقوب الاخرم کا نام مذکور ہے۔ یہ محض امام حاکم شیعہ کی تک بندی کا نتیجہ ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

(نور الصباح حصہ دوم ص ۲۸۷، ۲۸۹)

"رفع الیدین کرنا ضروری ہے"

زبیر صاحب نے اپنی کتاب کے (پانچویں باب صفحہ ۱۸۱) پر ہیڈنگ ڈالی ہے "رفع الیدین کرنا ضروری ہے" اور اس میں رفع الیدین کرنے پر نیکی ملنے کی روایت ہے کرائے ہیں وہ روایت یہ ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

"حدثنا بشر بن موسیٰ: ثنا أبو عبد الرحمٰن المقری عن ابن لهیعة: حدثنی ابن هبیرة أن أبا المصعب مشرح بن هاعان المعافری حدثه انه سمع عقبة بن عامر الجهنی یقول: انه یکتب فی کل اشارة یشیر ها الرجل بیده فی الصلوٰة بکل اصبع حسنة أو درجة"

(سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارے کے بدلے ایک انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الکبیر ۱۷/۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن) (نور العینین ص ۱۸۲)

جواب ۱:

زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن لھیعہ ہے۔ جو کہ سخت قسم کا ضعیف راوی ہے۔ اسکے بارے میں زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ۔

امام عبدالغنی بن سعید الازدی نے کہا:

"اذا روی العبادلة عن ابن لهیعة فهو صحیح، ابن المبارك و ابن وهب و المقریء"

جب عبداللہ بن مبارک (عبداللہ بن یزید) المقریٔ، عبداللہ بن وہب اور ابن لھیعہ سے روایت کریں تو صحیح ہوتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰)

یہی بات امام ساجی اور امام الفلاس نے بھی کہی ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷) (نور العینین ص ۱۸۴)

عبداللہ بن لھیعہ کا تعارف

(۱) امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ امام مہدیؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ اور وکیعؒ نے ان سے روایت بلکل ترک کر دی تھی۔

(۲)امام ابواحمد حاکمؒ انکو ذاہب الحدیث کہتے ہیں۔

(۳)امام ابن حبانؒ ان کی روایت کو واجب الترک کہتے ہیں۔

(۴)امام ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

(۵)ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ وہ صاحب ضبط نہ تھے۔

(۶)امام نسائیؒ انکو "لیس بثقه" کہتے ہیں۔

(۷)امام ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ انکی روایت حجت نہیں ہوسکتی۔

(۸)امام ابن قتیبہؒ بھی انکی تضعیف کرتے ہیں۔

(۹)خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ وہ تساہل کی وجہ سے کثرت مناکیر کا شکار ہو گئے تھے۔

(۱۰)امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ انکی حدیث سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج۵ص ۳۷۸ تا ۳۷۹)

(۱۱)امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔(ج۱ص۳)

(۱۲)عظیم آبادی نے ابن لھیعہ سے روایت کرنے والے عبداللہ بن وھب اور عبداللہ بن مسلمہ کی روایت کو ضعیف قرار دیا۔(عون المعبود ج۱ص ۱۸۳،۱۸۴)

(۱۳)مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں کہ امام فن یحیٰی بن معینؒ نے فرمایا کہ ابن لھعیہ کی کتابیں جلنے سے پہلے اور جلنے کے بعد اسکی روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔(ابکار المنن ص۱۳۱)

(۱۴)عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ نے اپنے باپ ابوحاتمؒ سے پوچھا کہ جب عبداللہ بن مبارکؒ جیسا شخص ابن لھیعہ سے روایت کرے تو کیا ابن لھعیہ حجت ہے۔تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں(تہذیب التہذیب ج۵ص۳۷۹)

(۱۵)حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ۔جب ابن لھعیہ کے ضعف کی بات پختہ ہوگئی تو ابن لھعیہ سے حجت نہ پکڑی جائے جب روایت میں اکیلا ہو پس کس طرح حجت پکڑی جا سکتی ہے جبکہ مخالفت کرے۔(فتح الباری ج۲ص۲۵۳)

لہذا اتنی کڑی اور سخت جرح کے مقابلے میں زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال اور

عبداللہ بن لھعیہ کے دفاع میں ''امام عبدالغنی بن سعید الازدی'' کا حوالہ دینا باطل اور مردود ہے۔

جواب۲:

اس روایت کی سند میں مشرع بن ھاعان بھی ہے۔اگرچہ محدثین نے اسکی توثیق کی ہے لیکن اسکے باوجود بھی۔(۱) امام ابن حبانؒ اسکے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''حضرت عقبہؓ سے یہ راوی منکر روایات نقل کرتا ہے جس کی کوئی دوسرا راوی موافقت نہیں کرتا اور درست عمل یہ ہے کہ جب روایات میں منفرد اور اکیلا ہو اسکو قبول نہ کیا جائے اور اسکو قبول کیا جائے جو ثقہ راویوں کی روایت کے موافق ہو(کتاب المجروحین ج۳ص ۲۸ ، میزان الاعتدال ج۴ص ۱۱۷)

(۲) امام ابن جوزیؒ نے بھی اس راوی کو اپنی کتاب (الضعفاء والمتروکین ج۳ص ۱۲۱) میں ذکر کیا ہے۔

(۳) امام عقیلیؒ نے بھی اس راوی کو (الضعفاء الکبیر ج۴ص ۲۲۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۴) عظیم آبادی فرماتے ہیں کہ ''ابن لھعیہ اور اس کا استاد مشرع بن ھاعان دونوں سے حجت نہ پکڑی جائے۔(عون المعبود ج۱ص ۵۳۰)

اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت

(۱) حدثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيدبن اسلم عن عبد الله ابن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبي ﷺ الى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت على رفع اليدين في بدء الصلاة...... توفي"

(اخبار الفقهاء والمحدثين ص ۲۱٤، قال ابو شعيب اسناده صحيح)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

فائدہ:

اس صحیح حدیث میں مکی و مدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع الیدین کرنے والا عمل مکہ سے شروع ہو کر مدینہ میں بھی جبتک اللہ تعالیٰ نے چاہا جاری رہا، پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنۃ والجماعۃ الحنفیہ وغیرہ عامل ہیں۔

سند کی تحقیق

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن حارث قیروانی مالکیؒ م ۳۶۱ھ

یہ مشہور امام ومحدث ہیں۔ آئمہ نے ان کو الحافظ ابوعبداللہ الخشنی القیروانی المغربی وصنف له كتبا۔ الحافظ نزيل قرطبة۔ الحافظ الامام صاحب التواليف۔ من اهل العلم والفضل فقيه محدث۔ وكان حافظ عالما بالفتيا حسن القياس ولى الشورىٰ۔ الحافظ القيروانی وصنف فی الفقه والتاريخ وغيرها قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالا جماع ہے۔ دیکھئے

(تذكرة الحفاظ ج۳ ص ۱۳۸، ۱۳۹. العبر ج۱ ص۳۵۹. سير اعلام النبلاء ج۱۰ ص۴۲۹. جذوة المقتبس للحميدى ص۴۷. بغية المقتبس ص۶۱. تاريخ علماء الاندلس ص۳۸۳، ۳۸۴. الديباج للسمعانی ج۵ ص۱۲۰. ترتيب المدارك ج۴ ص۵۱۳. معجم الادباء ج۸ ص۱۱۱. طبقات الحفاظ لسيوطی ص۳۹۸)

(۲) امام عثمان بن محمد القبریؒ م۳۲۰ھ

یہ بھی مشہور امام ہیں آئمہ نے ان کی ثناء و مدح توثیق وتعدیل کی ہے۔ مثلا عثمان بن محمد من اهل قبره...... ممن عنى بطلب العلم و درس المسائل و عقد الوثائق مع فضله وكان مفتى اهل موضعه...... من اهل قبرة كان معتنيا با لعلم حافظا للمسائل عاقدا للشروط مفتى اهل موضعه.

(اخبار الفقهاء والمحدثين للقيروانی ص ۲۱۶. بغية الملتمس لضبی ص۳۵۹. تاريخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۴۳. جذوة المقتبس للحميدى ص۲۷۰ وغیرہ)

(۳) امام عبیداللہ بن یحییٰ قرطبی م۲۹۸ھ

یہ مشہور امام ہیں ائمہ ان کو الفقیہ الامام المعمر القرطبی مسند قرطبہ...... وكان كبير القدر

وافر الجلالة وكان كريما عاقلا عظيم الجاه والمال ما في الشورىٰ منفردا برئساسة البلا غير مدافع .فقيه قرطبة ومسند الا ندلس وكان ذاحرمة عظيمة وجلالة. وكان عقلا وقورا وافر الحرمة عظيم الجاه..... تام المنروة عزيز النفس عزيز المعروف ، وكان محمد بن ابراهيم بن حيون ثنى عليه و يوثقه. قرار دیا ہے یہ ثقہ بالا جماع ہیں دیکھئے۔

(سير اعلام النبلاء ج۹ ص۲۹٤،۲۹۵. العبر ج۱ ص۲۷۱. اخبار الفقهاء والمحدثين للقيرواني ص۱۷۰ الى ۱۷۳. جذوة المقتبس للحميدى ص۲۳۷. تاريخ علماء الاندلس لابن الفرضى ص۲۰۶،۲۰۷. تاريخ الاسلام للذهبى ج۲۲ ص۲۰۰. بغية الملتمس لضبى ص۳۵۵. الوفيات ص۱۹۷. شذرات الذهب ج۲ ص۲۳۱) وغيره.

(۴) امام عثمان بن سوادۃ القرطبی (اظنہ) تقریبا م۲۳۵ھ

ائمہ نے ان کو کا ن ثقة مقبولا عند القضاة والحكام وكان من اهل الخير و الفضل وكان من اهل الزهدوالعبادة و كثرة التلاوة قرار دیا ہے۔ دیکھئے

(اخبار الفقهاء والمحدثين ص۲۱٤ . تاريخ علماء الاندلس ص۲٤۲)

(۵) امام حفص بن میسرۃ الصنعانی م۱۸۱ھ

یہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی ہیں آئمہ نے ان کو کان ثقہ صاحب حدیث اور ثقہ لیس بہ باس قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالا جماع ہیں دیکھئے۔

(العبر ج۱ ص۲۱٦. تهذيب التهذيب ج۱ ص۵۷۰)

(۶) امام زید بن اسلم المدنی م۱۳۶ھ

یہ صحیح بخاری ومسلم کے راوی ہیں ائمہ نے انکو (الحافظ) الفقيه المدنى وكان من العلماء الابرار ثقة من اهل الفقه والعلم وكان عالما بتفسير القرآن وكان

کثیر الحدیث۔قرار دیا ہے دیکھئے۔

(تذکرة الحفاظ ج١ ص٩٩، ١٠٠ . العبر ج١ ص ١٤١ . تهذيب التهذيب ج٢ ص ٢٣١، ٢٣٢)

(۷) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ م۷۴

جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔دیکھئے

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ا۳ ۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۱۳)

خلاصہ: حدیث ابن عمرؓ باعتبار سند صحیح ہے۔اور باعتبار متن آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی تصریح کے ساتھ مسئلہ رفع یدین میں (ایام اخیرہ پر مبنی) ناسخ ہے۔اور یہی حق وصواب اور قابل عمل سنت استمراری ہے۔واللہ الحمد

اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے کہ اس کتاب کی سند مذکور نہیں (نور العینین ص ۲۰۵ طبع ۲۰۰۶۔۲۰۰۷ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

جواب:

مشہور امام کی کتاب کی نسبت مشہور اس کتاب کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس اصول کی تصریح کی ہے۔مثلا لان الکتاب المشھور الغنی بشھرتہ عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفہ۔(النکت علی کتاب ابن صلاح لابن حجر ص ۵۶)۔

لہذا یہ اعتراض اصول وضابطہ کے خلاف ہے۔جو مردود و باطل ہے۔

دوسرا اعتراض:

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے پیچھے تم الکتاب...فی شعبان من عام ۴۸۳ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیروانی م ۳۶۱ھ کی وفات کے ایک سو

بائیس ۱۲۲ سال بعد ہے۔ اس کتاب اخبار الفقھاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے۔ یہ معلوم نہیں لہذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب اول:

۴۸۳ھ درحقیقت کمپوزر و کاتب کی غلطی ہے۔ جنہوں نے ۳ کی ہندسہ بائیں طرف کے بجائے دائیں طرف کمپوز و کتابت کر دیا۔ ورنہ یہ بائیں طرف تھا۔ اور اس طرح یہ ۳۴۸ھ بنتی ہے۔ یعنی تم الکتاب....فی شعبان من عام ۳۴۸ھ صحیح ہے۔ اس طرح کی کاتب و کمپوزر غلطیاں کرتے رہتے ہیں کمالا یخفی علی اھل العلم۔

جواب ثانی:

اس کتاب کو امام محمد بن حارث قیروانیؒ نے وفات سے ۱۳ سال پہلے ۳۴۸ھ میں تصنیف کیا تھا۔ ممکن ہے اس بیاض کو کسی کاتب نے ۴۸۳ھ میں ترتیبی شکل میں مکمل کیا ہو مثلا۔

(۱) امام ابن حبانؒ م۳۵۴ھ نے صحیح ابن حبان کو تصنیف کیا تھا۔ مگر امام ابن حبانؒ کی وفات کے تین سو اکیس ۳۲۱ سال بعد میں پیدا ہوتے والے امام ابن بلبانؒ ۶۷۵ھ م۷۳۹ھ نے اس بیاض کو ترتیب دیا۔ اور اس کا نام الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان رکھا ہے۔

(۲) اسی طرح امام طحاویؒ م۳۲۱ھ نے اپنی کتاب شرح مشکل الاثار لکھی تھی اس بیاض کی ترتیب دکتور ابوالحسین خالد محمود نے دور حاظر میں ابواب فقیہ پر دی ہے۔ اور اس کو تحفۃ الاضیار بترتیب شرح مشکل الاثار کے نام سے طبع کرا دیا ہے۔ تو کسی ایک عالم و محدث و محقق نے ان دونوں کتابوں کی ان کے مصنفین سے نسبت کا انکار نہیں کیا ہیں۔ لہذ یہی حال اس مذکورہ کتاب اخبار الفقھاء والمحدثین کے کاتب و کمپوزر کا ہے۔

جواب ثالث:

امام بخاریؒ م۲۵۶ھ نے اپنی کتاب جامع بخاری کو تصنیف کیا۔ پھر اس کتاب کو امام محمد

ابن یوسف الفربری م ۳۲۰ھ وغیرہ نے مرتب واملاء کیا ہے۔مگر اس بیاض کو موجودہ صورت میں کس کاتب نے لکھا کب لکھا اس کا نام معلوم نہیں ہے۔اگر صحیح بخاری کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب کی نسبت امام بخاری سے ثابت رہتی ہے تو اسی طرح امام محمد بن حارث قیروانی کی کتاب کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب (اخبار الفقهاء والمحدثین) کی نسبت امام محمد بن حارث قیروانی سے ثابت ہی رہے گی۔

لہٰذا یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔

تیسرا اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس (حدیث) کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے اور ابن مدرک سے محمد بن حارث قیروانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔(نور العینین ص ۲۰۶)

جواب اول:

جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ عثمان بن محمد کا تعین ثابت ہے یہ امام عثمان بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ م ۳۲۰ھ ہے۔تصریحات ملاحظ فرمائیں۔

(۱) قد قال الامام الحافظ المحدث الفقيه محمد بن حارث القيروانی المالكی. قال لی عثمان بن محمد القبری. قال لی محمد بن غالب...... الخ (اخبار الفقهاء للقيروانی ص۱۰۴)

(۲) وقال محمد بن حارث القيروانی . قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب...الخ (ایضا ص۱۰۵)

تنبیہ:

امام محمد بن حارث قیروانی نے خود القبری کی تصریح کی ہے۔جو کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ کے متعین ہونے کی واضح دلیل ہے۔اور علی زئی صاحب جیسے محقق کے منہ پر طمانچہ ہے۔لہٰذا عثمان بن محمد القبریؒ دلیل سے متعین ہے۔

جواب ثانی:

امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات بھی ثابت ہے۔ مثلا

(۱)قال محمد بن حارث القيروانى. قال لى عثمان بن محمد قال لى محمد بن غالب(اخبار الفقهاء ص۷۸)

(۲)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد ...... الخ(ايضا ۹۷)

(۳)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد...... الخ

(ايضا ص۱۲۲)

(۴)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد...... الخ

(ايضاص۱٦۲)

(۵)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد سمعت محمد بن غالب...... الخ (قضاة قرطبة وعلماء افريقه للقيروانى ص۱٤)

(٦)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد اخبرنى ابى...... الخ

(ايضا ص۱۰۳)

(۷)وقال محمد القيروانى قال لى عثمان بن محمد ...... الخ

(ايضا ص۱۵۳)

فلہٰذا امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

جواب ثالث:

امام محمد بن حارث القیروانی کا امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ م۳۲۰ھ سے لقاء وسماع صراحتا ثابت ہے۔ مثلاً

(۱)قال محمد بن حارث القيروانى اخبرنى عثمان بن محمد...... الخ

(اخبار الفقهاء ص۹۰)

(۲)وقال محمد القيرواني و اخبرني عثمان بن محمد قال اخبرني محمد بن غالب.....الخ (ايضاص۱۲۲)

(۳)وقال محمد القيرواني وحدثني عثمان بن محمد قال حدثني ابو مروان عبيد الله بن يحيیٰ....الخ (قضاة قرطبة للقيرواني ص۱۵)

(۴)وقال محمد القيرواني اخبرني عثمان بن محمد قال اخبرني عبيد الله بن يحيیٰ عن ابيه....الخ (ايضا ص۵۵)

فلہٰذا مذکورہ روایات میں واضح اخبرنی وحدثنی سے سماع ولقاء ثابت ہے۔اورعلی زئی صاحب کااعتراض بالتحقیق باطل ہے۔

چوتھااعتراض:

زبیرصاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي افريقية اظنه كان كذابا(المغنى فى الضعفاء ج۲ ص۵۰)

عثمان بن محمد کذاب قیروانی ہے۔اورمحمد بن حارث بھی قیروانی ہے۔لہذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے(نورالعینین ص۲۰۶)

جواب:

امام محمد بن حارث القیر وانی نے جب امام عثمان بن محمد القبر ی م۳۲۰ھ کوخود متعین کردیا ہے۔کما ذکرہ تقدم۔تو یہ اعتراض جناب زبیرعلی زئی صاحب کوذیب کوہی ذیب دیتا ہے۔ اور جو کتب رجال ہمیں میسر ہوسکی ہیں ان میں سے کسی کتاب میں محمد بن حارث قیروانی کے اساتذہ میں عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی کا ذکرنہیں ملتا۔ہم علی زئی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس نے کس دلیل سے عثمان بن محمد بن خشیش قیروانی کومتعین کیا ہے۔صرف قیروانی ہونا تعین کی دلیل نہیں ہے۔اس طرح کا تعین مشہور منکر حدیث تمنا عماری نے حدیث

ابی ہریرہؓ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰) باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں اسحاق بن راہویہ کے تعین کا انکار کیا ہے۔ اس نے بھی یعقوب بن ابراہیم المدنی و اسحاق بن محمد المدنی ان دونوں کے مدنی ہونے کی وجہ سے تعین کیا ہے (انتظار مہدی از تمنا عماری ص ۱۷۰) جبکہ تحقیقی لحاظ سے امام یعقوب بن ابراہیم المدنی کے شاگرد امام اسحاق بن راہویہ اور امام اسحاق بن منصور ہیں نہ کہ اسحاق بن محمد المدنی۔ (تہذیب الکمال لمزی ج ۲ ص ۲۰، ۲۴۔ ج ۲۰ ص ۴۱۵، ۵۱۶) مذکور حدیث کے متعلق یہی طریقہ جناب علی زئی صاحب نے اپنایا ہے جو کہ باطل و مردود ہے۔

پانچواں اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ۔ یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:

جس امام کی ثناء و مدح محدثین کریں۔ یہ اسکی تعدیل و توثیق ہوتی ہے۔ مثلا

(۱) قال یوسف بن ریحان سمعت محمد بن اسماعیل البخاریؒ یقول کان علی بن المدینیؒ یسئالنی عن شیوخ خراسان...... الی ان قال ...... کل من اثنیت علیہ فھو عندنا الرضی و فی نسخۃ عندنا الرضا. (تھذیب التھذیب ج۵ ص۳۵) و (تعلیق علی الرفع و التکمیل ص۱۳۶)

(۲) قد قال الامام العلامۃ المحدث الشیخ عبد الفتاح ابو غدہ الحنفیؒ: تکفی لتحدید مرتبۃ قولھم فی الراوی (رضا) فانہ عندھم بمعنی ثقۃ او عدل (التعلیق علی الرفع و التکمیل ص۱۳۷)

اس ضابطہ و قاعدہ کے لحاظ سے آئمہ نے امام عثمان بن محمد القمری کی مدح و ثناء یعنی تعدیل و توثیق فرمائی ہے۔ مثلا۔

(۱)قال الامام الجرح والتعدیل خالد بن سعد القرطبیؒ م۳۵۲ھ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة ممن عنی بطلب العلم ودرس المسائل وعقد الوثائق مع فضله وكان مفتی اهل موضعه توفیٰ ۳۲۰ھ

(اخبار الفقها ء لقیروانی ص۲۱٦)

تنبیہ:

امام خالد بن سعد قرطبی الاندلسی بہت بڑے محدث امام اسماء الرجال وعلل الحدیث ومعرفة الرجال کے عالم تھے۔ جس طرح اھل المشرق میں سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین الحنفی تھے۔ اسی طرح اہل المغرب میں امام خالد بن سعد اپنے زمانے کے ابن معین تھے۔ اور قابل فخر تھے۔ دیکھئے(تاریخ علماء الاندلس ص ۱۱۳ ۔ جذوة المقتبس ص ۱۸۰ ۔ العبر للذہبی ج۱ص ۳۴۷ ۔ تذکرة الحفاظ ج۳ص ۸۹)

(۲)قال محمد بن حارث القیروانی م۳٦۱ھ عن خالد بن سعد مثله.

(اخبار الفقهاء ص۲۱٦)

(۳)قال الامام عبد الله بن محمد المعروف بابن الفرضی الاندلسی م۴۰۳ھ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة كان معتنیا بالعلم، حافظا للمسائل ، عاقد الشروط، مفتی اهل موضعه.

(تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص۲۴۳)

(۴)قال الامام الحمیدی الاندسی م ۴۸۸ھ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة مات بالاندلس سنة عشرین و ثلاث مائة.

(جذرة المقتبس فی ذكر ولاة الاندلس و اسماء رواة الحدیث ا الادب للحمیدی ص۲۷۰)

چھٹا اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ”عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء و

المحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے .... چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے لہذا عبید اللہ بن یحییٰ سے توثیق ثابت نہیں ہے۔ نتیجہ عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے۔ اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب اول:

امام عثمان بن سوادۃ بن عباد القرطبی (اظنہ م ۲۳۵ھ) کا ترجمہ اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ (تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۴۲ رقم ۸۹۰ طبع بیروت) میں بھی مع توثیق موجود ہے۔ یاد رہے کہ کسی ثقہ راوی کی پیدائش و وفات نامعلوم ہو تو وہ مجہول الحال نہیں ہوتا اگر یہی آپ کا خود ساختہ اصول ہے تو پھر صحیح بخاری وغیرہ کے کئی راوی ایسے ہیں جنکی پیدائش و وفات نامعلوم ہے تو کیا وہ بھی مجہول الحال ہونگے؟ ہرگز نہیں۔

فلھذا: عثمان بن سوادۃ بالیقین ثقہ وصدوق ہے۔ اور ان پر اعتراض لایعنی باطل ومردود ہے۔

جواب ثانی:

امام عثمان بن محمد القبریؒ مجہول الحال بھی نہیں اور مجروح بھی نہیں ہے کیونکہ ان کی مدح وثناء امام الجرح والتعدیل المحدث الناقد خالد بن سعد م ۳۵۲ھ، امام محمد بن حارث محدث وفقیہ ناقد م ۳۶۱، امام حافظ محدث ناقد ابن الفرضی م ۴۰۳، امام حافظ محدث ناقد الحمیدی م ۴۸۸ھ وغیرہم نے کی ہے جو کہ تعدیل وتوثیق ہے۔ اور امام عبید اللہ بن یحییٰ م ۲۹۸ھ جو کہ مشہور محدث، حافظ اور ناقد ہیں نے صراحتا توثیق وتعدیل فرمائی ہے دیکھئے (اخبار الفقہاء ص ۲۱۴ و تاریخ علماء الاندلس ص ۲۴۲ وغیرھما)

فلھذا: بالتحقیق والیقین عثمان بن سوادۃ بن عباد ثقہ اور صدوق ہے۔

چیلنج: جناب علی زئی صاحب غیر مقلد کو چیلنج ہے کہ وہ عثمان بن محمد القبریؒ پر کسی ایک محدث ناقد کی جرح مفسر بین السبب پیش کرے۔ تو ہم ان کو مبلغ دس ۱۰ روپے انعام دیں

گے هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین،وهل من مبارز

ساتواں اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ''عثمان بن سوادة کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں۔حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے'' دیکھئے (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب:

امام عثمان بن سوادة القرطبی امام عبیداللہ بن یحیٰی القرطبی م ۲۹۸ھ کے استاذ ہیں۔اور امام حفص بن میسرہ الصنعانیؒ م ۱۸۱ھ کے شاگرد رشید ہیں۔امام عثمان بن سوادة کی وفات اظنہ ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے۔اور یہ معاصرت امکان لقاء کیلئے کافی ہے۔کیونکہ معاصرت وامکان لقاء بتصریح امام مسلمؒ اتصال کیلئے کافی ہے۔اور یہ جمہور کا مذہب ہے۔(مقدمہ مسلم ص ۲۱)

فلھذا: یہ اعتراض بھی فاسد وباطل ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔واللہ الحمد

آٹھواں اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاة والمحدثین کا نام تو ملتا ہے،مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا....اور قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔(نور العینین ص ۲۰۷،۲۰۸)

جواب:

جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ قدیم علماء نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔مگر جناب کو نظر نہیں آیا۔مثلا

(۱)امام ابو محمد بن حزم الاندلسی الظاهری م۴۵۶ھ دیکھئے

(جذوة المقتبس للحمیدی ص۴۷)

(۲)امام ابو عمر ابن عبد البر الاندلسی القرطبی م۴۶۳ھ دیکھئے

(ایضا، بغیة الملتمس ص۶۱)

(۳)امام ابو محمد الحمیدی الاندلسی م ۴۸۸ھ قال الامام الحمیدی . محمد بن حارث الخشنی من اهل العلم و الفضل فقیه، محدث روی عن ابن وضاح و نحوه جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقهاء و المحدثین....الخ(جذوة المقتبس ص۴۷)

(۴)قال الامام الحافظ المحدث احمد بن یحییٰ الضبی م۵۹۹ھ محمد بن حارث الخشنی.....جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقهاء والمحدثین......الخ

(بغیة الملتمس فی تاریخ رجال اهل الاندلس ص۶۱)

فلهٰذا: امام ابن ماکولاؒ م۴۷۶ھ اور امام ابوسعد السمعانیؒ م۵۶۲ھ نے اگر انکی کتاب اخبار الفقہاء کا ذکر نہیں کیا تو یہ متاخرین میں سے ہیں۔ اور عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں جیسا کہ خود زبیر علی زئی صاحب نے اس اصول کو بیان کیا ہے دیکھئے

(نور العینین ص ۸۷،۸۱،۱۴۰،۲۱۹،۲۲۲)

اور علامہ عمر رضا کحالہ وعلامہ خیر الدین الزرکلی وغیرھما نے جو اس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ صحیح و درست کیا ہے۔ دیکھئے (معجم المولفین ج ۳ ص ۲۰۴ ، والاعلام ج۶ ص ۷۵) لہٰذا اخبار الفقہاء والمحدثین امام محمد بن حارث قیروانیؒ کی تصنیف ہے۔

نواں اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور یہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے (نور العینین ص ۲۰۸)

جواب اول: جناب علی زئی صاحب ثقات رواۃ سے مروی حدیث پر غریب کا حکم صحت حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ غرابت وجہ ضعف ہی نہیں ہے۔ مثلا

(۱)قال الامام الحاکمؒ فنوع منه غرائب الصحیح مثال ذالك رواه البخاری فی الجامع الصحیح عن خلاد بن یحییٰ المکی عن عبد الواحد

ابن ایمن فھذا حدیث صحیح. وقد تفرد به عبد الواحد بن ایمن عن ابیه وھو من غرائب الصحیح (معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۴)

(۲)قال الحاکمؒ رواہ مسلم فی المسند الصحیح عن ابی بکر بن ابی شیبه وغیرہ عن سفیان وھو غریب الصحیح (ایضاص ۹۵)

(۳)اور بتصریح امام سیوطیؒ بخاری شریف کی پہلی وآخری حدیث بھی غریب ہے دیکھئے (تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۶۴، ۱۶۵)

فلھٰذا: غرابت کی جرح بالتحقیق والیقین باطل ومردود ہے اور حدیث ابن عمر صحیح ہے۔

جواب ثانی:

جناب علی زئی صاحب عندالمحدثین شاذ کی دو تعریفیں ہیں۔ مثلا

(۱)قال الحاکمؒ فاماالشاذ فانه حدیث یتفرد به ثقة من الثقات ولیس للحدیث اصل متابع لذلك الثقة۔ (معرفت علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹ ۔ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

جناب علی زئی صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۸) مگر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "اگر ثقہ راوی متفرد ہو تو یہ شاذ بھی مقبول ہوتی ہے۔ (الحدیث ص ۴۵ ش ۵۴)

(۲)قال الشافعیؒ لیس الشاذ من الحدیث ان یروی الثقة و الا یرویه غیرہ ھذا لیس بشاذ، انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف فیه الناس ھذا الشاذ من الحدیث.

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹ ، تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۴، ۱۹۳)

یعنی کہ شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی متفرد واکیلا ہو اور کوئی ثقہ راوی اسکی متابعت نہ کرے۔

شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی کئی ثقات راویوں کی مخالفت کرے.....

لیکن یاد رہے کہ پہلی تعریف شاذ اس حدیث پر لفظا صادق آتی ہے کیونکہ یہ تفرد من الثقات ہے۔اور تفرد من الثقات عند الجمہور فقہاء محدثین مقبول ہے۔اور شاذ کی دوسری تعریف بھی اس حدیث پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ مخالفت ثقات نہیں ہے۔

تنبیہ: بلکہ یہ حدیث کسی طرح بھی شاذ نہیں کیونکہ اس کو شواہدات صحیح موجود ہیں،اور عدم مخالفت ثقات بھی ہے۔کمالا یخفی علی اهل العلم۔

فلهذا: بالتحقیق والیقین یہ حدیث شذوذ سے پاک وصحیح ہےاوراعتراض باطل ومردود ہے۔و للہ الحمد۔

جواب ثالث:

حدیث ابن عمرؓ مذکور میں ترک رفع الیدین فی داخل الصلوٰۃ عند الرکوع.....الخ

زیادت ثقہ ہے۔اور درجہ صحیح وحسن کے راویوں کی زیادت واجب القبول ہے۔مثلا

(۱)قال الامام الحافظ المحدث البخاریؒ وا لزیادة مقبولة و المفسر یقضی علی المبهم اذا رواه اهل الثبت.......و قال ایضا لا اختلاف فی ذالك انما زاد بعضهم علی بعض و الزیادة مقبولة من اهل العلم ((بخاری ج۲ص۲۰۱ ، جزء رفع الیدین منسوب الی البخاری ص ۵۸)

(۲)وقال الامام الحاکمؒ وهذا شرط الصحیح عند کافة فقهاء اهل الاسلام ان الزیادة فی الاسانید والمتون من الثقة مقبولة........و قال ایضا و التفرد من الثقات مقبول.

(مقدمہ مستدرک ص۴۲،مستدرک للحاکم ج۱ص۹۱)

(۳) وقال الامام ابو بکر الخطیبؒ قال الجمهور من الفقهاء واصحاب الحدیث زیادة الثقة مقبولة اذا انفرد بها. (الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص۴۲۴)

(۴)وقال الامام النوویؒ زیادة ثقة وجب قبولها ولا تردلنسیان او تقصیر

(شرح مسلم للنووی ج۱ص۲۱۹)

(۵)قال ابن حجرؒ وزيادة راويهما اى الصحيح والحسن مقبولة مالم تقع منافية..... الى ان قال .....فهذه تقبل مطلقا لانها فى حكم المستقل الذى تنفرد به الثقة (شرح نخبہ الفکر ص ۴۵، ۴۶)

فلهذا: بالتحقيق واليقين حديث ابن عمر صحیح و حجت ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔ واللہ الحمد

دسواں اعتراض:

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح ومستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر حدیث مالک بن حویرثؓ وحدیث وائل بن حجرؓ بحوالہ بخاری ومسلم اور حضرت وائل بن حجرؓ کی آمد اول ۹ھ پھر دوبارہ آمد ۱۰ھ ہے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ بحوالہ ابو داؤد و ابن حبان دیکھئے (نور العینین ص ۱۰۹)

جواب اول:

امام احمد بن حنبلؒ نے اصول حدیث کا قاعدہ وضابطہ بیان فرمایا کہ: الحديث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه و الحديث يفسر بعضه بعضا (الجامع الاخلاق الراوی للخطیب ج ۲ ص ۲۱۲)

اس قاعدہ واصول کے لحاظ سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے طرق جمع کئے جائیں تو پھر بات واضح ہو جاتی ہے۔ مثلا

(۱) عن ابن عمر مرفوعا يرفع يديه فى الركوع و السجود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

(۲) وعنه مرفوعا كان يرفع يديه فى كل خفض و رفع وركوع و سجود

و قيام و قعود (و) بين السجدتين۔

(مشکل الآثار للطحاوی ج۱ص۴۲۶ وسندہ صحیح و بیان الوہم والایہام لابن القطان ج۵ ص۶۱۳ سندہ صحیح)

(۳)و عنه مرفوعا اذا ركع و اذا سجد

(جزء رفع الیدین للبخاری ص۴۸ وقال صحیح)

(۴)و عنه مرفوعا كان يرفع يديه في كل تكبير (فتح المغیث للسخاوی ج۲ ص۳۲۳ وزیادات علی جزء البخاری للفیض الرحمٰن غیر مقلد ص۶۸)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے مدنی عمل رفع الیدین عندالرکوع وعندالسجود کو باقاعدہ روایت بیان فرمایا ہے۔اور حضرت مالک بن حویرثؓ وحضرت وائل بن حجرؓ کی بیان کردہ رفع الیدین بھی سجدوں کی رفع الیدین والی ہے ان کی موافقت فرمائی ہے مخالفت نہیں فرمائی گویا یہ معارضہ صحیح نہیں اس لئے اخبار الفقہاء کی حدیث ان حضرات کی رؤیت کے بعد کا عمل ہے واللہ الحمد۔

جواب ثانی:

یاد رہے مستند وصحیح احادیث سے حضرت سیدنا مالک بن حویرثؓ سے اس مدنی زندگی میں آپ ﷺ سے سجدوں کی رفع یدین ثابت ہے۔مثلا

(۱)عن مالك بن الحويرثؓ مرفوعا و اذا سجد و اذا رفع راسه من السجود حتى يحاذى بهما فروع اذنيه (المجتبیٰ نسائی ج۱ص۱۶۵ سندہ صحیح ،سنن الکبریٰ للنسائی ج۱ص۲۲۸ سند صحیح ،مسند احمد ج۳ص۵۳۳ سندہ صحیح)

(۲)و عنه مرفوعا و اذا رفع راسه من السجود فعل مثل ذالك كله يعنى رفع يديه (المجتبیٰ نسائی ج۱ص۱۷۱ سندہ صحیح ،والسنن الکبریٰ نسائی ج۱ص۲۲۴ سندہ صحیح محلی ابن حزم ج۴ص۱۲۷،۱۲۸ وقال صحیح)

(۳)و عنه مرفوعا كان يرفع يديه حذ ل فروع اذنيه في الركوع و

السجود (مسند احمد ج ۵ ص ٦٦ سندہ صحیح وصحیح ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۵ وقال صحیح)

تنبیہ:

سیدنا مالک بن حویرثؓ ۹ھ میں بنولیث کے وفد کے ساتھ آئے۔اور آپ ﷺ کے ساتھ عشر لیلہ بیس رات دن رہے۔دیکھئے (بخاری ج ا ص ۸۸) پھر اپنے وطن واپس چلے گئے (دیکھئے التحقیق الراسخ از گوندلوی) مگر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ آپ ﷺ کے ساتھ وفات تک اور وفات کے بعد مدینہ میں ہی رہے ان حضرات کے جانے کے بعد کی نمازوں کا مشاہدہ کرتے رہے اور پھر سجدوں کی رفع یدین کے ترک کا عمل دیکھا تو آپؓ نے بیان و روایت کیا۔

جناب علی زئی صاحب اگر آپ ان کا معارضہ کرتے ہیں تو پھر جو جواب آپ سجدوں کی رفع الیدین کے ترک کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع کی رفع یدین کا ہوگا۔

جواب ثالث:

اور اسی طرح سیدنا وائل بن حجرؓ سے مستند وصحیح احادیث سے سجدوں کی رفع الیدین ثابت ہے مثلا

(ا) عن وائل بن حجرؓ مرفوعا و اذا رفع راسه من السجود ایضا رفع یدیه حتیٰ فرغ من صلوٰة (ابوداؤد ج ا ص ۱۱۲ وسندہ صحیح ، معجم الکبیر طبرانی ج ۲۲ ص ۲۸ سندہ صحیح ، تمہید ج ۹ ص ۲۲۷ سندہ صحیح ، المحلیٰ ابن حزم ج ۴ ص ۱۲۶،۱۲۵ وقال صحیح)

(۲) و عنه مرفوعا کان یرفع یدیه اذا رکع و اذا سجد (جزء رفع الیدین ص ۴۵، سنن دارقطنی ج ا ص ۲۹۴ سندہ صحیح)

(۳) و عنه مرفوعا و حین یرفع راسه من الرکوع وقال حین سجد هکذا (صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۳۴۶ وقال صحیح، سنن طحاوی ج ا ص ۱۴۴ سندہ صحیح)

حضرت وائل بن حجرؓ نے مدینہ منورہ ۹ھ میں سجدوں کی رفع الیدین کا مشاہدہ کیا۔ پھر وطن

واپس چلے گئے (کمافی التحقیق الراسخ) اور پھر ۱۰ھ میں دوبارہ آئے تو اس وقت چند نمازوں میں بھی آخری نماز میں افتتاح الصلوٰۃ کی رفع الیدین کا مشاہدہ فرمایا (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ سندہ صحیح ،شرح السنۃ للبغوی ج ۳ ص ۲۷، ۲۸ ، معجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۹)

پھر سیدنا وائل بن حجرؓ اپنے وطن واپس چلے گئے ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ تقریبا ۸۰ دن یا ۹۰ دن حیات رہے دیکھئے (التحقیق الراسخ) اور ان ایام اخیرہ کی نمازوں کا مشاہدہ یقیناً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ ، سیدنا علیؓ ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ، سیدنا براء بن عازبؓ و غیرھم نے فرمایا ہے اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ رکوع وسجود کی رفع الیدین چھوڑ گئے تھے۔ اور صرف تکبیر تحریمہ افتتاح الصلوٰۃ کی رفع یدین کرتے رہے۔ اور یہ بالیقین نسخ کی دلیل ہے کما لا یخفیٰ علی اھل العلم...وللہ الحمد

گیارھواں اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے رفع الیدین کے ثبوت کی حدیث مروی ہے۔صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴ سندہ حسن (نور العینین ص ۲۰۹، ۲۱۰)

جواب اول:

صحیح ابن خزیمہ کی سند میں ابن شہاب الزھری مدلس ہے، اور یہ حدیث صیغہ عن ابی بکرؓ سے روایت کی ہے، جو کہ واضح تدلیس ہے، اور خود علی زئی صاحب نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے مثلاً۔

(۱) تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے
(نور العینین ص ۱۱۸)

(۲) لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے
(نور العینین ص ۲۷۱)

(۳) تنبیہ: امام زہری مدلس لیس لہذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے
(نور العینین ص ۳۳۲)

فلھذا: جو روایت زبیر صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضعیف ہو پھر اسکو مذہبی نصرت و تعصب کی وجہ سے سندہ حسن کہنا علی زئی صاحب جیسے شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف منسوخ ہے۔

جواب ثانی:

یاد رہے اس ضعیف روایت میں واذا سجد فعل مثل ذالک کے الفاظ موجود ہیں دیکھئے (صحیح ابن خزیمہ ج۱ ص۳۴۴ ، ابوداؤد ج۱ ص۲۶۹)

تو اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔ یہ ضعیف روایت تو آپ کو بھی مفید نہیں ہے چہ جائیکہ حضرت ابن عمرؓ کی ناسخ صحیح حدیث کے مقابلے میں پیش کے جائے۔

بارہواں اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین تحقیقی ص۲۲) (نور العینین ص۲۱۰)

جواب:

اس روایت کی سند میں ایک راوی سلیمان بن حربؒ ہیں گو یہ ثقہ ہیں مگر یہ متن حدیث کو متغیر کر دیتا تھا مثلاً۔

(۱) قال الامام الحافظ المحدث ابو داؤد کا سلیمان بن حرب یحدث بحدیث ثم یحدث به کانه لیس بذاك

(تاریخ بغداد ج۳ ص۱۳۹ ، سیر اعلام النبلاء ج۷ ص۵۰۰ ، تهذیب لابن حجرؒ ج۲ ص۴۹۶)

(۲) وقال الامام الحافظ المحدث ابو بکر الخطیبؒ کان سلیمان یروی

الحديث على المعنىٰ فتغير الفاظه فى رواية (ايضا)

اور یاد رہے امام سلیمان حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں برائی و کلام کرتا تھا (العبر ج۱ ص۱۹۴) اور یہ حافظہ سے احادیث بیان کرتے تھے اور الفاظ حدیث کو روایت بالمعنیٰ کرنے کی وجہ سے متغیر کر دیتے تھے۔

تیرہواں اعتراض:

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور تابعی نافعؒ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ (چار مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے (بخاری ج۱ ص۱۰۲ ح۷۳۹) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمرؓ یہ رفع یدین کرتے رہیں آپؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے اگے تھے (نور العینین ص۲۱۰)

جواب:

اس حدیث کا جواب کتاب کے شروع میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے وہیں ملاحظ فرمائیں۔

چودہواں اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ نافع فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (جزء رفع الیدین ص۱۵ و سندہ صحیح، نور العینین ص۲۱۰)

جواب:

اس حدیث کا جواب آثار صحابہ میں حضرت ابن عمرؓ کے اثر کے تحت گزر چکا ہے وہیں ملاحظ فرمائیں. اور اسکی سند میں ولید بن مسلم ہے اسکے حالات بھی وہیں ملاحظ فرمائیں.

پندرہواں اعتراض:

زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کسی ایک صحابیؓ

سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے (جزء رفع الیدین ص ۴۰، ۷۶، المجموع ملنووی ج ۳ ص ۴۰۵) (نور العینین ص ۲۱۱)

جواب:

امام بخاریؒ کی یہ بات بلا دلیل ہے (امام بخاریؒ امتی ہیں) انکی یہ بات دلائل صحیحہ کے مقابلے میں مردود و باطل ہے۔ اور حجت نہیں ہے۔ کیونکہ سندنا عبداللہ بن عمرؓ سے ہم نے بحوالہ ابن ابی شیبہ، سنن طحاوی وغیرہما سے (کتاب کے شروع میں) ترک رفع یدین عند الرکوع وعند السجود ثابت کر دیا ہے اور یہ خود امام بخاریؒ کی شرط صحت حدیث کے مطابق ہے۔ کما لا یخفیٰ علی اهل العلم . ولله الحمد.

(احبار الفقہاء والمحدثین والی حدیث کی یہ تحقیق ماہر فی الاسماء الرجال حضرت مولانا عبد الغفار ذہبی صاحب کی ہے)

فما زالت تلك صلوته حتی لقی الله تعالیٰ

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب کے آخر میں (ص ۳۲۷) پر "فما زالت تلك صلوته حتی لقی الله تعالی" کی ہیڈنگ ڈالی ہے۔ اور پھر (ص ۳۲۹) اور (ص ۳۳۶) پر حضرت ابو ہریرہؓ سے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تا وفات رفع یدین کرنا ثابت کیا ہے۔ ان دونوں روایتوں کا جواب ترتیب وار ملاحظ فرمائیں۔

پہلی حدیث اور اس کا جواب

زبیر صاحب نے (ص ۳۲۹) پر جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت بیان کی ہے اس میں "تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع جاتے وقت رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے" (ابوداؤد مع عون المعبود ج ا ص ۲۶۹ ح ۷۳۸، ابوداؤد مع بذل المجهود ج ۴ ص ۴۵۸، ۴۵۹) (نور العینین ص ۳۲۹)

جواب اول:

زبیر صاحب کا اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اسکی سند میں ابن جریج ہے جو کہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس راوی کو تیسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے۔ (طبقات المدلسین ص ۶۵) لہذا یہ حدیث ابن جریج کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جواب دوم:

اس روایت کی سند میں ابن شہاب زہری بھی ہے جو کہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اسکو تیسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے (ایضا ص ۷۰) لہذا یہ حدیث زہری کی تدلیس کی وجہ سے بھی ضعیف ہے جسکا خود زبیر صاحب نے اقرار کیا ہے (ص ۳۲۹)

اعتراض:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ''اس روایت کے متعدد شواہد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن ہے والحمداللہ'' (ص۳۳۲) اور پھر اگلے (صفحہ ۳۳۳) پر چار شواہد پیش کیئے ہیں۔

جواب:

زبیر صاحب کا ان ضعیف شواہدوں کو پیش کر کے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو حسن کا درجہ دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ان چاروں شواہدوں کے الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کی (ابوداؤد) والی روایت کے الفاظ سے مختلف ہیں۔

پہلا شاہد:

اسماعیل بن عیاش (ضعیف) عن صالح بن کیسان (ثقہ، حجازی) عن عبد الرحمن الاعرج (ثقہ) عن ابی ہریرۃؓ، اخرجہ ابن ماجہ (۸۶۰) واحمد (۲، ۱۳۲) وغیرھما یہ سند ضعیف ہے۔ (نور العینین ص۳۳۳)۔

زبیر صاحب نے اس کا متن نہیں لکھا صرف سند لکھ دی ہے اس حدیث میں ''تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع جاتے اور سجدوں میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے'' جبکہ اسکے (ابوداؤد) والی روایت میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے اور سجدوں میں رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث کو زبیر صاحب کا شاہد میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا شاہد:

محمد بن مصعب القرقسانی (ضعیف، ضعفہ الجمھو رووثقہ قانع وغیرہ) عن مالک عن ابن شہاب الزہری عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃؓ بہ الخ۔ (تمہید ج ۷ ص ۷۹، ۸۰، وکتاب العلل للدارقطنی) (نور العینین ص۳۳۳)۔

زبیر صاحب نے اس شاہد کا بھی متن نہیں لکھا صرف سند ذکر کر دی ہے۔ اس روایت میں

ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے. جبکہ (ابوداؤد) والی روایت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع جاتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ لہذا اس روایت کو بھی شاہد میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا شاہد

عمرو بن علی ابن ابی عدی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہؓ الخ (العلل للدار قطنی التلخیص الحبیر ج۱ص۲۱۹) اس کی سند (عمرو بن علی الفلاس سے اوپر) حسن ہے لیکن نیچے والی سند نامعلوم ہے لہذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ (نور العینین ص ۳۳۳).

زبیر صاحب نے اسکا بھی متن نہیں لکھا اس روایت میں بھی ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔ لہذا اس کو بھی شاہد میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

چوتھا شاہد

سی دنا ابوہریرہؓ سے با سند صحیح رفع یدین کا کرنا ثابت ہے (دیکھئے جزء رفع الیدین:۲۲) یہ موقوف صحیح شاہد اس روایت کو حسن درجے تک پہنچا دیتا ہے۔

(نور العینین ص ۳۳۳)

زبیر صاحب نے نہ اس روایت سند ذکر کی ہے اور نہ ہی متن ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں بھی تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ لہذا اس کو بھی شاہد میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

تنبیہ:

زبیر صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کیلئے جان بوجھ کر ان چار شاہدوں کا متن نہیں لکھا۔ کیونکہ ان کے الفاظ ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ لہذا زبیر صاحب کا ان شاہدوں کا سہارا لے کر (ابوداؤد) والی روایت کو حسن کہنا باطل و مردود ہے۔

دوسری حدیث ابن الاعرابی کی المعجم سے

حتیٰ فارق الدنیا

"نا محمد بن عصمة : نا سوار بن عمارة : نا رديح بن عطية عن أبي زرعة عن أبي عبد الجبار بن معج قال : رأيت أبا هريرة فقال : لأصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ لا أزيد فيها ولا أنقص ، فأسم با لله و ان كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا قال : فقمت عن يمينه لأ نظر كيف يصنع فابتدأ فكبر ورفع يديه ثم ركع فكبر ورفع يديه ، ثم سجد ، ثم كبر ثم سجد و كبر حتىٰ فرغ من صلاته . قال : أقسم با لله ان كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا."

(سیدنا ابو ہریرہؓ نے) فرمایا: البتہ میں آپ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں گا۔ اس میں نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ پس انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ راوی نے کہا: پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ پس انھوں نے نماز کی ابتدا کی۔ اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر رکوع کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (۲۲۶/۱ ح ۱۴۲) (نور العینین ص ۳۳۷)

جواب ا:

زبیر صاحب کا اس روایت سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث زبیر صاحب کے عمل اور دعوے دونوں کے خلاف ہے۔ اس حدیث میں صرف تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔ اور کہیں پر بھی رفع الیدین کا

ذکر موجود نہیں ہے .تو ایسی روایت زبیر صاحب کیسے پیش کر سکتے ہیں جو انکے دعوے اور عمل دونوں کے خلاف ہوں۔

جواب۲:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج الفلسطینی ہے جو اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کر رہا ہے۔ اسکے تذکرے کے حوالے زبیر صاحب نے (تاریخ کبیر ۲۰۹/۵) (الجرح والتندیل ۱۷۶/۵) اور کتاب الثقات ۳۰/۵) سے دیئے ہیں۔ اوران تینوں کتابوں میں اس راوی پر نہ کوئی جرح ملتی ہے اور نہ ہی کوئی تعدیل صرف اتنا موجود ہے کہ اس نے کس سے روایت لی ہے اور اس سے کس نے روایت لی ہے۔ اسکے سوا اسکے حالات کا کوئی معلوم نہیں۔ اور ایسے ہی ایک راوی کے بارے میں جناب داؤد ارشد صاحب غیر مقلد (جو زبیر علی زئی صاحب کو "فاضل دوست اور مجی واخی حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ محدث حضرو" کہتے ہیں (حدیث اور اہل تقلید ج ۱ ص ۳۳۷).....) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ " ثانیا: اس کی سند میں، سیدنا عنداللہ بن مغفلؓ کا بیٹا ہے، تقریب میں کہ اسکا نام یزید ہے، امام بخاریؒ نے (تاریخ کبیر ص ۳۴۱ ج ۴ ق ۲) میں امام ابو حاتم نے (الجرح والتعدیل ص ۳۲۴ ج ۴ ق ۲) میں اور حافظ ابن حجر نے (تہذیب ص ۳۰۲ ج ۱۲) میں اسکا ذکر کیا ہے لیکن کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی جس سے لازم آتا ہے کہ یہ مجھول ہے" (حدیث اور اھل تقلید ج ۱ ص ۴۸۶) لہذا داؤد ارشد صاحب کے بیان کردہ قانون کے مطابق "ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج" مجھول راوی ہے جسکی نہ کوئی جرح ملتی ہے اور نہ ہی کوئی تعدیل ملتی ہے۔

جواب۳:

اس روایت کی سند میں ایک راوی سوار بن عمارۃ کے نام سے موجود ہے اسکے شاگردوں میں محمد بن عصمہ کا نام تو ملتا ہے۔ لیکن استادوں میں ردیح بن عطیہ کا نام نہیں ملتا (تہذیب

الکمال ج۴ص۴۸۴)(تہذیب التہذیب ج۴ص۲۶۹)

اسکی توثیق زبیر علی زئی صاحب نے امام ابن معینؒ ابو حاتمؒ امام نسائیؒ اور امام ابن حبانؒ سے کی ہے لیکن کسی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہاں البتہ امام ابن حبانؒ کی (کتاب الثقات) کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن امام ابن حبانؒ نے ساتھ ہی اسکے بارے میں (ربما خالف) بھی کہہ دیا ہے لہذا ابن حبانؒ کا سوار بن عمارۃ کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا زبیر صاحب کے کسی کام کا نہیں ہے۔

جواب۴:

اسکی سند میں ایک راوی ابوعبیداللہ محمد بن احمد بن عصمۃ الرملی بھی ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب نے خود اس راوی کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ ''مجھے اسکے حالات نہیں ملے'' (نور العینین ص ۳۳۸) لیکن پھر بھی اس سے استدلال کر رہے ہیں جبکہ اسکے برعکس زبیر صاحب نے ''اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت کے ایک راوی ''عثمان بن عبادہ'' کو اس لئے ترک کر دیا کیونکہ انکو اسکے حالات ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ملے (نور العینین ص ۲۰۷) (عثمان بن عبادہ کے حالات موجود ہیں۔ کما تقدم) تو عثمان بن عبادہ کے تو زبیر صاحب کو پھر بھی ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' میں حالات مل گئے تھے لیکن محمد بن احمد بن عصمہ کے بارے میں تو زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ''مجھے اس کے حالات نہیں ملے'' تو پھر اس مجہول راوی سے زبیر صاحب کیسے استدلال کر سکتے ہیں۔

اعتراض:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ''ابوعبداللہ القاضی کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے'' (نور العینین ص ۳۳۸)

جواب:

مسند الشامیین والی روایت کو عبداللہ کی متابعت میں پیش کرنا صحیح ہیں کیونکہ اسکی

سند میں ایک راوی ''عباد بن عباد الرملی الارسوفی'' ہے گو اسکی ائمہ نے توثیق کی ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن حبانؒ نے اسکو مجروحین میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ

كان ممن غلب عليه التقشف والعبادة حتىٰ غفل عن الحفظ و الاتقان ، كان يأتى با لشىء على حسب التوهم حتىٰ كثرت المناكير فى روايته على قلتها ، فا ستحق الترك:

(میزان الاعتدال ۳۶۸/۲ ، تہذیب التہذیب ۹۷/۵ ، المجروحین ۱۷۰/۲)

وصلى الله تعالىٰ وسلم علىٰ خاتم الانبياء و المرسلين وعليهم وعلىٰ اله و الصحابه و ازواجه و اتباعه الىٰ يوم الدين .

ریحان جاوید
عفی اللہ عنہ